لہ الملک ولہ الحمد

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ

الحمد للہ والمنہ

کہ

رسالہ

مخزنِ ثنائی

نمبر (۱)

یعنی چند مذہبی مضامین کا مجموعہ

مؤلفہ

مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری

ماہ جنوری ۱۹۱۴ء میں

راجپوت پرنٹنگ ورکس لاہور میں ٹھاکر مدن گوپال پرنٹر کے چھپا اور مولوی ثناء اللہ نے شائع کیا

AsliAhleSunnet.com

کفارۂ مسیح

اسلام اور عیسائیت کا بہت پرانا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ حق بات کہنے سے رکا نہیں جاتا۔ کہ ہندوستانی قوموں (ہندو۔ آریہ۔ سکھ۔ جینی۔ سرنگی۔ بدھ وغیرہ) سے بہت پہلے اسلام کو عیسائیت کے ساتھ ہمسائگی کا تعلق ہے اسی لئے عیسائی قوم قرآن مجید کے شرف خطاب سے مشرف ہے دیگر ہندی قومیں نہیں۔

قرآن مجید نے اس ہمسائگی کے حق کو کہاں تک ادا کیا؟ اسکے ناظرین سے مخفی نہیں سب سے بڑا حق جو اسلام نے ادا کیا وہ حضرت عیسیٰ روح اللہ کی بابت صحیح فیصلہ ہے جو قابل غور ہے۔

اسلام جب دنیا میں جلوہ نما ہوا تو عیسائیت اور عیسائیت کے ہیرو (سردار) حضرت عیسیٰ کے دشمنوں اور بدگوؤں (یہودیوں) کا بہت زور تھا مگر اسلام اور اسلام کے پیغمبر علیہ السلام نے اس بات کا کوئی خیال نہیں کیا کہ بدگوؤں کی کثرت ہے۔ انہوں نے صاف لفظوں میں حضرت عیسیٰ کو نبی اللہ رسول اللہ بلکہ روح اللہ اور وجیہا فی الدنیا والآخرۃ کے معزز القاب سے یاد کیا جسکا اثر آج یہ ہے کہ کروڑہا مسلمان حضرت ممدوح کے نام کے ساتھ اعزازی القاب کے علاوہ "علیہ السلام" جیسے فقرے بھی لکھا کرتے ہیں، کسی بشر کے اظہار عزت کے لئے اسلامی لٹریچر میں اس فقرے سے بڑھکر کوئی فقرہ نہیں۔ اسکے جواب میں یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ کی شان ایسی ہی تھی۔ اسلئے اسلام نے اگر ایسی عزت سے انکو یاد کیا تو کونسا بڑا کام کیا؟ جیسا کہ بعض عیسائی پادری ٹامس ہاول صاحب جیسے کہتے ہیں۔ غالباً کم فہمی (ورنہ ناشکری) پر مبنی ہے۔ کیا حق ادائی اور احسان وہی ہوتا ہے جو واقعی طور پر صحیح نہ ہو۔ ایک شخص اپنے پڑوسیوں سے مروت اور سلوک کرتا ہے جو واقعی انکا حق ہے تو کیا وہ احسان نہیں کرتا؟ غالباً کوئی بھی نفی میں جواب نہ دیگا۔

ہاں اسلام چونکہ مستقل حق پسند اور حق گو مذہب ہے اس لئے اس نے راست گوئی میں جیسی یہودیوں کی پرواہ نہ کی عیسائیوں کی غلطیوں کو بھی انگشت نما کرکے انکی اصلاح فرمائی۔ پھر کیا ہوا؟ ؎

چمکا جو اس جہاں میں ستارہ محمدی
لاکھوں ہوئے یہود و نصاریٰ محمدی

عیسائیوں کی جن جن غلطیوں کی اصلاح اسلام نے کی ان میں ایک مسئلہ کفارہ بھی ہے جسکی نسبت بہت ہی مختصر مگر حکیمانہ طرز کا ایک ہی فقرہ دیکھنے اور سننے کے لئے کافی ہے ارشاد ہے ؎

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی

کوئی شخص کسی دوسرے کا گناہ نہیں اٹھا سکتا۔ دوسرے کے گناہ کے اٹھانے کو **کفارہ** کہتے ہیں۔ جس پر ہم کچھ لکھنا چاہتے ہیں امید ہے ناظرین ان اوراق کو بغور ملاحظہ فرماوینگے۔

مسئلہ کفارہ پر عیسائیوں کیطرف سے متعدد رسالے شائع ہوئے ہیں مگر اسوقت جو رسالہ ہمکو یہ چند اوراق شائع کرنیکا باعث ہوا ہے وہ رسالہ "اثبات کفارہ" مصنفہ پادری ٹامس ہاول صاحب لاہوری ہے۔ اس رسالہ کا نام "اثبات کفارہ" ہے۔ اسکے تین حصے ہیں۔ مگر ہمیں ان تینوں حصوں کے مطالعہ سے سخت افسوس ہوا کہ پادری صاحب باوجود ایک مسن بزرگ ہونے کے میدان مناظرہ میں ہنوز خام ہیں۔ سچ ہے۔ ؎

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجاست
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

میرے بیان کو کوئی صاحب مخالفانہ نہ سمجھیں بلکہ واقعات صحیحہ ایسے ہی ہیں۔

پادری صاحب کے مذکورہ رسالہ کا نام ہی آپکا فرض منصب بیان کرنے کو کافی ہے۔ یعنی "اثبات کفارہ" جسکا مطلب ہے کہ پادری صاحب اس رسالہ میں کفارہ کو پر زور دلائل سے ایسا ثابت کرینگے کہ منکر خاموش ہو جاویں مگر افسوس ہے پادری صاحب صرف اپنی ڈیوٹی میں فیل نہیں ہوئے بلکہ کئی ایک اخلاقی جرم بھی آپ سے سرزد ہوئے۔ جسکا ثبوت ہم دیتے ہیں۔

پادری صاحب نے اسلام کو۔ پیغمبر اسلام علیہ السلام کو اور جملہ اہل اسلام کو پانی پی پی کر کوسا اور خوب دل کھولکر گالیاں دیں جو نہ کوئی دے سکتا ہے اور نہ سن سکتا ہے۔

ہم اسوقت بڑی مشکل میں ہیں کہ اپنے اس دعوے کا ثبوت (کہ پادری صاحب نے ان تین قسم کے اخلاقی جرم کئے ہیں) کس طرح دیں۔ ان گالیوں اور دل آزاریوں کو نقل کریں تو مسلمان ناظرین سے خفگی کا خطرہ ہے۔ نہ نقل کریں تو دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ اسلئے ہم اسوقت اس شعر کے مصداق ہیں ؎

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

آخر ہم اس مشکل سے کیونکر نکلیں ہمارے خیال میں مسلمانوں سے دل آزار الفاظ کی نقل پر معافی

AsliAhleSunnet.com

مانگ لینا آسان تر ہے بہ نسبت اس کے کہ دعویٰ کا ثبوت نہ دیا جائے۔ پس ہمارے مسلمان ناظرین ہیں اُن گالیوں اور دل آزاریوں کے نقل کرنے پر معافی دیکر پادری صاحب کا اداءِ حق ہمسائگی سنتے جاویں۔

پادری صاحب نے اپنے رسالہ کے تینوں حصوں میں مندرجہ ذیل مقامات پر مسلمانوں کو بالفاظ ذیل یاد کیا ہے:۔

اثباتِ کفارہ حصہ اوّل

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
(۱)	محمدی کفارہ تو خدا کو سراسر ظالم ہی ظالم ظاہر ہے۔	۱۴
(۲)	محمد صاحب کے دل کی سیاہی جو گناہ کا تخم یا علقہ یا شیطان کا حصہ تھا دور نہ ہوئی۔	۲۵
(۳)	محمد صاحب کے گناہ اُن کی موت تک اُن پر لدے رہے۔	۲۷
(۴)	جن محمدیوں و مولویوں نے جرائم زنا و چوری وغیرہ کئے اُنہوں نے محمد صاحب کی نشاء کے بموجب لا الہ الا اللہ محمد کی آڑ میں ہو کے کئے اس تعلیم سے نہ صرف دنیا میں محمدی کسبیوں کی افزائش ہوئی بلکہ بہشت بھی حور و غلمانوں سے پُر ہو کے چکلہ خانہ بنگیا۔ پس زنا چوری جیسے جرائم کے مرتکب ابوذر کی ناک برخاک ڈالکر گناہ کے ہاضمہ کی اس گولی کو کام میں لاتے ہوئے بہشت میں داخل ہو کر مزے اُڑاتے ہیں۔	۳۱/۳۲
(۵)	حضرت! یہ محمدی کلمہ ہے جو گنہگار کو نہ صرف گناہ کرنے کی جرأت دلاتا ہے۔ بلکہ گناہوں کو ہضم کرنے کے لئے گناہ کرنیوالے کو ہاضمہ کی گولی کا کام دے رہا ہے اور حد سے بڑھکر گناہ کرنے کی جرأت دلا عملی رنگ میں محمدی کلمہ کی برکت سے نہ صرف کلمہ گو مسلمانوں سے محلے اور شہروں کے بازار بھرے پڑے ہیں۔ بلکہ جیلخانے بھی پُر ہو گئے ہیں۔	۴۹
(۶)	اب فرمائیے سزا کا مستحق قرآنی خدا ہے یا مسیحی۔ دیکھو یہ کیسا ظلم ہے کہ لوگوں کو پیدا ہی دوزخ کے لئے کرتا ہے اور ناکردہ گناہوں کو دوزخ کے اندر جھونک دیتا ہے۔ اندھی نگری چوپٹ راجہ کی مثال کا مصداق قرآنی خدا ہے یا کوئی اور	۵۵
(۷)	حق تلفی۔ بدی و گناہ کے جواز کی تعلیم تو محمد صاحب ہی نے دی ہے۔	۴۴

حصہ دوم

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
(۸)	کیا دعا۔ عاجزی اور توبہ بھی محمدی کلمہ کیطرح حق العباد وحق المعبود یا گناہوں کو ہضم کرنے کیلئے ہاضمہ کی گولیاں ہیں؟	۲۴

حصہ سوم

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
(۹)	حضرت! لعنتی وہ ہے جو کفارہ کو نہیں مانتا	۲۹
(۱۰)	پھر جب قرآن کہتا ہے کہ خدا دوزخ میں قدم رنجہ فرمائیگا۔ تو یہ مرنے سے بھی بدتر عقیدہ ہے	۳۲
(۱۱)	خون کا پیاسا یا بھوکا تو قرآن ہی خدا کو ٹھیراتا ہے جو ناکردہ گناہ جن و انس کو دوزخ میں ڈالکر کباب بناتا ہے۔	۳۳
(۱۲)	قرآن بے چارہ خود اپنے شان نزول کے لئے انسان کا محتاج پڑا ہوا ہے اور جھوٹے قصص اور ہزارہا غلطیوں سے مملو پڑا ہوا ہے اور ایسی معجون بھی کیا پیش کرنے کے لائق ہے؟ اگر قرآن میں سے وہ تعلیم جو قصص بائبل یا اہل کتاب کی کتب سے نکالکر درج کئے گئے ہیں نکال ڈالو۔ تو قرآن میں حور و غلمان کے مشغلوں اور مار دھاڑ اور ہاروت ماروت کے مجنونی افسانوں کے سوا رہتا ہی کیا ہے	۵۴
(۱۳)	محمد صاحب جو خود گنہگار تھے شفیع حقیقی نہیں ہو سکتے	۶۱
(۱۴)	پس قرآن خرافات درجہ ناتمام بے ترتیب اور پراگندہ خیالات سے بھری ہوئی کتاب ہے۔	۶۳
(۱۵)	بتقلید یہود محمد صاحب اور محمدیوں کی یہ خام خیالی ہے کہ توبہ کہنے سے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں	۵۹

پادری صاحب! کچھ کسر ہو تو نکال لیجیو ہم اور بھی سننے کو حاضر ہیں۔ سُنئیے!

ہاں تامل دم ناوک فگنی خوب نہیں
میری چھاتی ابھی تیروں سے چھلنی نہیں۔

ہم ان دل آزاریوں کے جواب میں کیا کہیں اور کس کو کہیں جبکہ بقول پادری جی ایچ راؤس صاحب: "اہل اسلام اور مسیحی دونوں یسوع مسیح کی بہت عزت کرتے ہیں دونوں مانتے ہیں کہ وہ بڑا عالی شان پیغمبر تھا" (رسالہ یسوع مسیح کی موت اور جی اُٹھنا صفحہ

AsliAhleSunnet.com

تو ہماری پوزیشن (حیثیت) کیسی نازک ہے اس لئے ہم اس کے جواب میں اسی مسلّم بزرگ کا کلام سناتے ہیں۔ اور بس۔

عیب نہ لگاؤ کہ تم پر بھی عیب نہ لگایا جائے۔ کیونکہ جس طرح تم عیب لگاتے ہو اسی طرح تم پر بھی عیب لگایا جائیگا۔ اور جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اسی سے تمہارے واسطے ناپا جائیگا۔ اور کیوں اس تنکے کو جو تیرے بھائی کی آنکھ میں ہے دیکھتا ہے اس کانڑی پر جو تیری آنکھ میں ہے نظر نہیں کرتا۔ یا کیونکر تو اپنے بھائی کو کہتا اس تنکے کو جو تیری آنکھ میں ہے نکال دوں اور دیکھ خود تیری آنکھ میں کانڑی ہے۔ اے ریاکار پہلے کانڑی کو اپنی آنکھ سے نکال تب اس تنکے کو اپنے بھائی کی آنکھ سے اچھی طرح دیکھ کے نکال سکیگا۔"

(انجیل متی باب ۷ - آیت ۱ سے ۵ تک)

کفّارہ اور شفاعت

شفاعت کی تعریف ہے کہ با اختیار شخص کے پاس مجرم کی معافی یا تخفیف جرم کی سفارش کرنا۔ شفاعت میں شفیع کا کام گنہگار کیلئے معافی چاہنا ہوتا ہے۔ شفیع خود جرم نہیں اٹھاتا۔ بلکہ سفارش کرکے گناہ کو سرے سے معاف۔ یا تخفیف کراتا ہے۔

کفارہ کی تعریف یہ ہے مجرم کے گناہ کو اپنے ذمہ لیکر خود سزا اٹھانا۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"وہ (مسیح) آپ ہمارے گناہوں کو اپنے بدن پر اٹھا کے صلیب پر چڑھ گیا۔"

(رسالہ ہمارا شافع کون ہے ص ۹)

عیسائیوں کی تصنیفات جہانتک میں نے دیکھی ہیں عموماً انہیں خلط مبحث پایا۔ وہ کفارہ اور شفاعت کو ایک دکھاتے ہیں حالانکہ ہم بتلا آئے ہیں کہ انکے معنوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ کفارہ مجرم کے جرم کا بدلہ دیتا ہے۔ شفاعت گناہ کو معاف یا تخفیف کراتی ہے یا یوں سمجھو کہ شفاعت گناہ کو معدوم کراتی ہے اور کفارہ ایک جگہ یعنی اصل مجرم سے گناہ کو منتقل کرتا ہے مگر عیسائی مصنف ان دونوں کو ایک کرکے دونوں میں بے گناہی کی شرط لگاتے ہیں وہ کہتے ہیں شفیع بھی وہی ہو سکتا ہے جو خود گنہگار نہ ہو اور کفارہ بھی وہی ہو سکتا ہے جسنے خود گناہ نہ کئے ہوں۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

ضرور ہے کہ ہمارا شفیع یا درمیانی بے گناہ ہو۔

(رسالہ ہمارا شافع کون ہے ص ۸)

خیر یہ تو ہماری طرف سے عیسائی مصنفوں کو ایک تنبیہ اور اُن کی غلطی پر اطلاع ہے ہمیں اس سے مطلب نہیں وہ بے گناہ کی قید لگا دیں یا گناہ کی شرط بڑھا دیں۔ ہمارا مطلب اور ہی ہے۔

اس دعویٰ پر عیسائیوں کیطرف سے یہ بحث اٹھائی جاتی ہے کہ حضرت مسیح کے سوا کوئی شخص (نبی ہو یا غیر نبی) بے گناہ نہیں چنانچہ لکھا ہے

کیا کوئی بے گناہ شخص ہے جو ہماری سفارش کریگا؟ ہاں بے شک ایک شخص (مسیح) بالکل بے گناہ بے عیب اور گناہ سے پاک ہے (رسالہ مذکور ص ۹)

تعجب! گو اس رسالہ میں ہم کسی نبی یا رسول کے گناہ یا عدم گناہ کا ذکر کرنا نہیں چاہتے۔ تاہم ہم اس بات کا اظہار کرنے سے نہیں رہ سکتے کہ عیسائی مصنفین کی یہ عجیب دانشمندی ہے کہ اس اتنے بڑے دعوے کو گذشتہ لفظوں میں ظاہر کیا گیا ہے کہ ایک شخص بے گناہ ہے دلیل جو دی ہے وہ قابل غور ہے۔ پادری صاحب لکھتے ہیں:۔

ہم نے قرآن کے بہت سے مقامات سے دریافت کیا ہے کہ محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) گنہگار رہے لیکن تمام قرآن میں ویسا ایک لفظ بھی مندرج نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو۔ کہ یسوع مسیح نے کبھی کوئی گناہ کیا۔"

(رسالہ مذکور۔ صفحہ ۶)

غور طلب بات یہ ہے کہ ایمان اور اعتقاد تو ہو عیسائیوں کا اور ثبوت ہو قرآن سے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک بھی قرآن مجید کی ضرورت مسلّم ہے۔ کیونکہ اگر قرآن مجید نہ ہوتا تو اس دعوے کا ثبوت غالباً مشکل ہوتا۔

عیسائی کہتے ہیں گناہ کی سزا موت ہے چنانچہ لکھا ہے

انجیل میں مرقوم ہے کہ گناہ کی مزدوری موت ہے۔ (رومیوں ۶ باب ۲۳ ویں آیت) لہذا یسوع مسیح نے انسان کے عوض میں صلیب پر اپنی جان دی تاکہ انسان گناہ اور جہنم سے نجات پاوے جس طرح ایک ہیرا ہزارہا پائیوں کا عوض ہو سکتا ہے۔ اسی طرح یسوع مسیح خدا کے عظیم الشان بیٹے کا صلیبی موت کو برداشت کرنا تمام بنی آدم کے گناہ کے کفارہ کیلئے کافی ہے (رسالہ مذکور ص ۸)

اس مضمون کا مطلب خدا جانے کیا ہے کہ گناہ کی مزدوری موت ہے۔ ہم تو اس عبارت سے یہی سمجھتے ہیں کہ موت جو انسانوں کو آتی ہے یہ گناہ کیوجہ سے آتی ہے چنانچہ انہی معنوں کی تشریح پادری صاحب کے ایک اور رسالہ سے ہوتی ہے۔ جہاں لکھا ہے:۔

یسوع مسیح تمام نبیوں سے بڑا ہے۔ یہ سچ ہے کہ وہ راستباز آدمی تھے اور خدا کا کلام سکھاتے اور معجزے دکھاتے تھے لیکن جو مسیح سے ہوا اُن سے نہ ہو سکا۔ یعنی وہ گناہ کا کفارہ نہ دے سکے۔ حضرت آدم۔ نوح۔ ابراہیم۔ اور اللہ تعالے کے دیگر انبیاء مر گئے۔ لیکن وہ گنہگاروں کی طرح اپنے ہی گناہوں کے سبب موئے پر یسوع مسیح چونکہ خود بے گناہ تھا گنہگاروں کے لئے قربانی ہو کر مُوا۔" (رسالہ یسوع مسیح کی موت اور جی اٹھنا۔

(ص ۱۳-۱۴)

یہ عبارت باواز بلند کہہ رہی ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام جو مرے ہیں وہ اپنے گناہوں کے سبب سے مرے ہیں۔ ہمیں اس سے مطلب نہیں نہ ہمارا اعتقاد ہے کہ یہ پاک لوگ اپنے گناہوں کے سبب سے مرے ہیں بلکہ ہم تو حضرات انبیاء علیہم السلام کی نسبت ایسا کہنا گناہ عظیم جانتے ہیں لیکن عیسائیوں کے اس عقیدہ پر ہمیں یہ سوال اٹھتا ہے جس کا

AsliAhleSunnet.com

جواب دینا اُنکا فرض ہو کہ اگر موت گناہ کی سزا ہے تو جن لوگوں کے کفارہ میں حضرت مسیح نے اپنی جان دی کیا وہ نہیں مرتے؟ نہیں مرتے تو سب سے پہلے ایماندار حواری کہاں ہیں؟ ایسا تو غالباً کوئی نہ کہیگا۔ اور اگر مرتے ہیں تو کفارہ کہاں گیا اور اُس نے کیا فائدہ دیا؟

علاوہ اس کے اگر موت ہاں صرف موت ہی گناہ کا بدلہ ہو تو کیا مشکل ہو موت سے گذرے اور گناہ سے پاک۔ ایسی سزا تو بہت آسان ہے۔ پھر اسکے لئے اتنے انتظام کی کیا حاجت تھی کہ ایک بے گناہ کو پھانسی دیا جائے چنانچہ لکھا ہے:۔

انجیل شریف کے اور بہت سے مقامات میں ہم یوں پڑھتے ہیں کہ جب ہم گنہگار تھے مسیح ہمارے واسطے موا یعنی انسان خدا کی شریعت کو توڑنے سے لعنتی ہوا لیکن مسیح خود لعنتی بنا تاکہ ہم کو شریعت کی لعنت سے بچا دے۔ کیونکہ اس نے ہمارے گناہ اپنے اوپر لے لئے اور ہماری جگہ لعنتی موت مرا۔"

(رسالہ یسوع مسیح کی موت اور جی اٹھنا صفحہ)

مسلمان یا کوئی اور شخص (سوا عیسائی کے) کوئی بھی ایسا نہ ملیگا جو اپنے رسول یا رشی یا رہبر کی نسبت ایسے الفاظ (لعنتی وغیرہ) استعمال کرے۔ عیسائیوں کا اختیار ہے جو چاہیں کہیں۔ ہمیں اس سے بحث نہیں ہمارا مطلب صرف یہ ہے کہ گناہ کی سزا اگر صرف موت ہے تو موت سے کون خالی ہے؟ یا خالی رہیگا؟ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جس صورت میں کل جانداروں کو موت آ رہی ہے پھر سزا سے خالی کون؟

پادری ٹامس ہاول صاحب نے اپنے رسالہ "اثبات کفارہ" میں عجیب منطق سے کام لیا ہے آپ لکھتے ہیں:۔

"موت دو قسم کی ہے۔ ایک روحانی وابدی۔ دوسری جسمانی وعارضی کہ جس کے بعد سب مُردے جلائے جائیں گے۔ پس خداوند یسوع مسیح نے روحانی وابدی موت وہلاکت سے بچانے کے لئے کفارہ دیا ہے۔ اسلئے مسیحی اُس موت سے جو حقیقی ہے نہیں مرتے۔ البتہ اُس عارضی موت کے سبب جو مسیحیوں کے لئے سو جانا کہلاتی ہے اس خیمہ جیسے خاکی گھر سے الگ کئے جاتے ہیں۔"

(اثبات کفارہ حصہ اول صفحہ ۵۶)

بہت خوب۔ مگر جناب پادری صاحب حضرات انبیاء (آدم۔ نوح۔ ابراہیم وغیرہ) علیہم السلام جو بقول پادری راؤس صاحب (معاذ اللہ) اپنے گناہوں کے لئے مرے۔ (رسالہ یسوع مسیح کی موت اور جی اٹھنا صفحہ ۱۴) تو وہ موت اُنکی کیسی تھی؟ روحانی وابدی یا جسمانی اور عارضی جو سب جانداروں پر آتی ہو اگر روحانی وابدی تھی تو کیا عیسائیوں کا عقیدہ ہو؟ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام جو دنیا میں ہدایت پھیلانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آئے تھے (معاذ اللہ) ابدی ہلاکت میں پڑے ہیں؟ (استغفر اللہ) کون ایماندار اس عقیدے کو صحیح جان سکتا ہو اور اگر اُن کی موت سے مراد یہی موت ہو جسکو آپ عارضی موت کہتے ہیں تو بس قضیہ ہی طے اور مقدمہ فیصل ہو کیونکہ یہی موت جو جانداروں پر آتی ہو گناہوں کی سزا ہے۔ اسکو ہر ایک جاندار بھگت رہا ہے اور بھگتنے کو طیار ہے کیونکہ اس موت کے بعد اُس کو ابدی راحت کی امید ہے۔

خدا بھلا کرے پادری راؤس کا جنہوں نے اس مسئلہ کو بہت واضح لفظوں میں حل کر دیا۔ چنانچہ صاف لکھا ہے:۔

"اور کے دیگر انبیاء مر گئے۔ لیکن وہ گنہگاروں کی طرح اپنے ہی گناہوں کے لئے موئے پر یسوع مسیح چونکہ خود بے گناہ تھا۔ گنہگاروں کے لئے اُن کا عوضی ہو کر موا" (رسالہ یسوع مسیح کی موت صفحہ ۱۴)

بس اب مطلع صاف ہے کہ یہی ایک موت ہو جو گناہوں کی سزا ہے۔ جناب مسیح چونکہ گنہگار نہ تھے اُنپر موت نہ آتی مگر چونکہ وہ مرے اسلئے ثابت ہوا کہ وہ اور گنہگاروں کے عوض میں مرے ہیں۔

اس کی ایک مثال ہم سناتے ہیں جو اپنے لفظوں میں نہیں بلکہ پادری صاحبان کے الفاظ میں ہے پادری راؤس صاحب لکھتے ہیں:۔

"کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی بادشاہ نے یہ قانون جاری کیا کہ تمام چور چوری کا سارا مال مالکوں کو واپس دیدیں اور اُسکا دو چند بطور جرمانہ ادا کریں۔ نیز یہ کہ جبتک اس امر سے عہدہ برا نہوں قید رہیں۔ کسی گاؤں میں عبداللہ نامی ایک غریب اور مفلس آدمی رہتا تھا۔ اُس نے افیون اور شراب خوری اور دیگر گناہ آلود عیش وعشرت میں اپنا مال برباد کیا۔ اور اب مفلسی سے تنگ آ کر اس نے ایک ہزار روپیہ چرایا اور گرفتار ہو کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اُس نے اپنے ناشائستہ فعل پر غور کیا تو اُسکو اپنی بدکاری اور اپنے ارتکاب جرم کا پختہ یقین ہو گیا۔ اور اُسپر نہایت افسوس اور پشیمانی کی حالت طاری ہو گئی۔ عبداللہ کا جرم ثابت ہو گیا۔ اور اُسکو اقبال کرنا پڑا۔ جب بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی دلیل ہے کہ اُس کے باعث تمہیں قانونی سزا سے معذور رکھا جائے تو عبداللہ نے صرف یہ کہا کہ میں اپنے کردہ سے نہایت پشیمان ہوں لیکن بادشاہ نے فرمایا کہ تمہاری پشیمانی کی وجہ سے میں فتوے کو ٹال کر تمہیں سزا سے معذور نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ اگر میں ایسا کروں تو تمام بدمعاش اور شریر آدمی یہ خیال کرینگے کہ وہ بھی قانون شکنی کر کے سزا سے بریت حاصل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس خیال کے مطابق اُنکو یقین ہوگا کہ جب وہ اپنے کئے پر پشیمان ہونگے تو اُنکا قصور معاف کر دیا جائیگا۔

فرض کرو کہ تم نے ایک شخص کے دس روپے دینے ہیں۔ اب اگر اُس سے یوں کہو کہ چونکہ میں آپکا مقروض ہوں اور اب تک ادا نہیں کر سکا۔ اسواسطے میں نہایت ہی شرمندہ اور پشیمان ہوں لہذا آپ مجھے معاف کر دیجئے تو وہ ضرور کہیگا۔ کہ تمہارے افسوس اور تمہاری پشیمانی سے قرض ادا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جبتک تم اپنی بریت کیلئے پشیمانی کے علاوہ کوئی اور معقول دلیل پیش نہ کرو قانونی تقاضا ہرگز ہرگز رک نہیں سکتا۔ کیا تمہارے جان پہچانوں میں کوئی ایسا شخص ہے جو تمہاری طرف

AsliAhleSunnet.com

سوال و جواب کر سکے۔ اور تمہاری بریت کی خاطر کوئی معقول اور قابل قبول وجہ بیان کرے؟

عبداللہ کے گاؤں میں ایک اور مفلس آدمی تھا۔ جو کہ لوگوں کے خیال کے مطابق بڑا عالم اور نیکوکار ہونے کی وجہ سے مولوی کہلاتا تھا۔ عبداللہ نے خیال کیا۔ کہ شاید یہ شخص میری طرف سے حجت کریگا۔ چنانچہ اس غرض سے اس نے بادشاہ سے اسے بلانے کی درخواست کی۔ لیکن جوں ہی بادشاہ نے اسکا نام سنا۔ عبداللہ سے کہا۔ کہ جس شخص کو تم مولوی کہتے ہو۔ وہ تو خود چور ثابت ہوچکا ہے۔ پس چور چور کی بریت کے لئے کیا کر سکتا ہے؟ بلکہ وہ خود اس امر کا محتاج ہے کہ کوئی اس کی رہائی کا انتظام کرنے والا ہو اور جب تک اسکی مخلصی کی کوئی کافی وجہ نظر نہ آوے۔ وہ کیونکر بری ہو سکتا ہے؟ اگر وہ چوری کا سارا مال واپس نہ کرے تو اسکو بھی جیلخانہ میں جانا پڑے گا۔ اگر کوئی ایسا شخص جو کہ خود مجرم نہ ہو۔ تمہاری بریت کی کوئی عمدہ وجہ بیان نہ کرے۔ تو بس تم بھی قیدی اور زندانی ہو۔ جب عبداللہ نے بادشاہ کا یہ فرمان سنا۔ تو اس کی ساری آس و امید جاتی رہی۔ کیونکہ اس کے پاس کچھ روپیہ نہ تھا۔ کہ رقم مطلوبہ ادا کر کے بریت حاصل کرے۔ اب اس کے دل پر عمر بھر کی قید کے خوف کی گھٹا چھا گئی۔ لیکن جب یہ مقدمہ ہو رہا تھا۔ اسوقت حسنِ اتفاق سے بادشاہ کا بیٹا بھی کچہری میں موجود تھا جب اس نے عبداللہ کی بدحالی کو دیکھا۔ اور معلوم کیا کہ وہ اپنے کردہ سے نہایت پشیمان ہے۔ تو اس کا دل رحم سے بھر گیا۔ عبداللہ کے پاس جا کھڑا ہوا۔ اور بادشاہ سے عرض کی۔ کہ قبلہ‌ام مجھے اس مفلس کے حال پر رحم آتا ہے۔ میں آپکے قانون کے مطابق تین ہزار روپیہ ادا کرتا ہوں۔ اور آپ کی خدمت میں میری التماس ہے۔ کہ آپ اس کنگال کو بری کر دیں۔ شاہزادہ نے روپیہ داخل کر دیا۔ اور عبداللہ آزاد ہو گیا۔ لیکن وہ اپنی تمام عمر اس بات کو کبھی نہ بھولا۔ کہ شاہزادہ نے کسطرح اس کی مخلصی کا بندوبست کیا اور دیت کا روپیہ یعنے زرِ مخلصی ادا کر کے اسکو عمر کی قید کی سزا سے رہائی بخشی۔ عبداللہ جب تک جیتا رہا۔ شاہزادہ مذکور کو تہ دل سے پیار کرتا تھا۔ اور اپنے افعال و کردار سے ہمیشہ اس کی خوشنودی اور رضامندی کا جویاں رہتا تھا۔

عزیز پڑھنے والے! ہم سب کے سب عبداللہ سے کہیں بڑھکر قصوروار اور معصیت کے سمندر میں ڈوبے ہوتے ہیں۔ ہم کسی زمینی حاکم اور دنیاوی بادشاہ کے گنہگار نہیں بلکہ ہم نے خالق کون و مکان اور مالکِ ہر دو جہان خدائے تعالےٰ کے حضور بدی کی ہے۔ عبداللہ کی طرح ہمارا فقط ایک ہی قصور نہیں ہے۔ بلکہ ہم نے بار بار گناہ کیا ہے ہم اپنے افعال و اقوال اور خیالات کے لحاظ سے بھی سخت بدکار اور خطاکار ہیں بار ہا ہم غصہ کے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ خود غرضی۔ دھوکہ بازی۔ اور بے انصافی بسا اوقات ہم سے سرزد ہوتی ہیں۔ ہم نے بسا اوقات جھوٹ بولا۔ لوگوں کو فریب دیا۔ اور دشنام دہی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ہم سب نے خدا تعالےٰ کے حضور صدہا اور ہزارہا گناہ کئے ہیں"۔ (رسالہ ہمارا شافع کون ہے؟)

ناظرین! اس تمثیل کو یاد رکھیں۔ اور پادری صاحب موصوف نے جو اس سے نتیجہ نکالا ہے اوس پر بھی نگاہ ڈالیں۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"تمثیل میں مذکور ہوا۔ کہ عبداللہ کا قرض بادشاہ کے بیٹے نے ادا کیا۔ کیا یسوع مسیح ہمارے گناہوں کے قرض کا معاوضہ دے سکتا ہے؟ ہاں بیشک وہ ایسا کرنے پر قادر ہے بلکہ اس نے ان سب کے لئے جو اس میں پناہ گزین ہوتے ہیں۔ ایسا کیا ہے۔ وہ اس جہان میں کیوں آیا؟ اس نے خود فرمایا۔ کہ وہ اس لئے نہیں آیا۔ کہ خدمت لے۔ بلکہ خدمت کرے۔ اور اپنی جان بہتیروں کے لئے فدیہ میں دے (متی ۲۰: ۲۸) پھر یوں مرقوم ہے۔ کہ وہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے۔ (۱ یوحنا ۲: ۲)

وہ آپ ہمارے گناہوں کو اپنے بدن پر اٹھا کر صلیب پر چڑھ گیا جس طرح بادشاہ کے بیٹے نے عبداللہ کا قرض ادا کیا۔ اسی طرح یسوع مسیح نے ہمارا قرض ادا کیا۔ اور ہمارے عوض میں گناہ کی سزا اٹھائی۔ اور صلیب پر اپنی جان دی تاکہ ہم حیاتِ ابدی کے وارث ہوں۔ جب یسوع مسیح خدا کے حضور ہماری شفاعت کرتا ہے۔ تو جس طرح بادشاہ نے عبداللہ کو رہا کر دیا تھا۔ اسی طرح خدا ہمکو نجات اور آزادی بخشتا ہے"۔ (رسالہ مذکور ص۹)

ناظرین! جس طرح تمثیل اور نتیجہ صاف ہے ہمارا سوال اس سے بہت زیادہ صاف ہو گا۔ وہ یہ ہے عبداللہ مذکور کی طرف سے شاہزادہ صاحب نے جو رقم بھر دی۔ عبداللہ پر تو رقم کا کوئی حصہ نہ رہا ہو گا۔ ٹھیک اسی طرح جب حضرت مسیح نے گنہگاروں کے کفارہ میں موت اٹھائی۔ تو پھر گنہگاروں پر موت کیوں آتی ہے۔

یا تو پادری صاحبان مہربانی کر کے گنہگاروں سے موت کی سزا ہٹوا دیں۔ یا کوئی قانون ایسا بتلا دیں۔ جس کی رو سے بادشاہ مذکور شاہزادہ سے رقم وصول کر کے عبداللہ مقروض کو بھی ماخوذ کر سکتا ہو۔ اگر کفارہ بھی ہوا اور موت کی سزا سے بھی نہ بچے۔ تو پادری صاحب کی تمثیل غلط ہوئی۔ البتہ ہندی کی ایک مثال صحیح ہوئی۔ جو کسی کام میں ناکام رہنے پر بولی

AsliAhleSunnet.com

جاتی ہے۔ "تو تیلی بھی گیا اور روکھی کھایا؟"

ایک اور سوال

عیسائی کہتے ہیں۔ انسان دو طرح سے گناہگار ہے۔ ایک پیدایشی۔ دوسرا شرعی۔ پیدایشی گناہ تو اس لئے کہ بابا آدم اور حوا نے گناہ کئے۔ جن کی وجہ سے اونکی ساری نسل میں گناہ آیا۔ شرعی اس لئے کہ شریعت کا خلاف کرتا ہے۔ کیونکہ شرعی گناہ کی تعریف یہ ہے۔

"گناہ خلاف شرع ہے۔ ۱۔ یوحنا ۳ باب کی ۴ مندرجہ رسالہ اثبات کفارہ حصہ اول صفحہ ۵۵"

جناب مسیح کی موت کو ان دونوں قسم کے گناہوں کا کفارہ مانتے ہیں۔ بہت خوب! مگر سوال یہ ہے کہ شرعی گناہوں کی سزا تو موت ہو۔ یا دوزخ ہو۔ یا کوئی عذاب ہو۔ پیدایشی گناہوں کی سزا کیا ہے؟ اس کی تحقیق کے لئے ہم بائبل کی تلاش کرتے ہیں تو ہمیں مندرجہ ذیل فقرات ملتے ہیں۔

"آدم نے کہا۔ کہ اس عورت نے: جسے تو نے میری ساتھی کر دیا۔ مجھے اس درخت سے دیا اور میں نے کھایا۔ تب خداوند خدا نے عورت سے کہا۔ کہ تو نے یہ کیا کیا۔ عورت بولی۔ کہ سانپ نے مجھ کو بہکایا: تو میں نے کھایا۔ اور خداوند خدا نے سانپ سے کہا۔ اس واسطے کہ تو نے یہ کیا ہے۔ تو سب مواشیوں اور میدان کے جانوروں سے ملعون ہوا۔ تو اپنے پیٹ کے بل چلیگا۔ اور عمر بھر خاک کھائیگا اور میں تیرے اور عورت کے اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان دشمنی ڈالونگا وہ تیرے سر کو کچلے گی۔ اور تو اس کی ایڑی کو کاٹیگا۔ اس نے عورت سے کہا۔ کہ میں تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاؤنگا اور درد سے تو لڑکے جنے گی۔ اور اپنے خصم کی طرف تیرا شوق ہوگا۔ اور وہ تجھ پر حکومت کریگا۔ اور آدم سے کہا۔ اس واسطے کہ تو نے اپنی جورو کی بات سنی اور اس درخت سے کھایا۔ جس کی بابت میں نے تجھے حکم کیا؟ کہ اس سے مت کھانا زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔ اور تکلیف کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اس سے کھائیگا۔ اور وہ تیرے لئے کانٹے اور اونٹکٹارے اگا دیگی۔ اور تو کھیت کی نبات کھائے گا۔ تو اپنے منہ کے پسینے کی روٹی کھائے گا۔ جب تک کہ زمین میں پھر نہ جاوے۔" (پیدائش باب ۳ آیت ۱۲ سے ۱۹ تک)

اس بیان سے سانپ، آدم اور حوا وغیرہ کے جرموں کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اور ساتھ ہی اون کی سزا کا بھی علم ہوتا ہے۔ سانپ سے تو ہمیں مطلب نہیں۔ آدم کی سزا یہ ہے۔ کہ وہ محنت و مشقت سے پیٹ بھریگا۔ عورت کی سزا یہ ہے۔ کہ وہ بمشقت دردزہ سے بچہ جنے گی۔ بہت خوب۔ اب سوال یہ ہے۔ کیا اس پیدایشی گناہ کی یہ سزا جناب مسیح کے کفارہ ہو جانے سے دنیا میں نہیں رہی؟ کیا عیسائی مرد محنت اور مشقت سے پیٹ نہیں پالتے۔ کیا عیسائی لیڈیاں دردزہ سے بچے نہیں جنتیں۔ اس سوال کا جواب اگر نفی میں ملے۔ تو ہم اس سوال کو واپس لینے کے لئے طیار ہیں۔ مگر ہمیں توقع نہیں۔ کہ اس کا جواب کوئی صاحب نفی میں دے سکے۔ بلکہ دنیا کے واقعات دیکھنے والا اس سوال کو بے معنی سمجھکر کہے گا۔ کہ یہ بھی کوئی سوال ہے۔ جس کا جواب کسی غور و فکر کا محتاج ہی نہیں۔ تمام دنیا کیا عیسائی کیا موسائی کیا ہندو کیا مسلمان سب کے سب یہ سزا بھگت رہے ہیں۔ پھر کون کہسکتا ہے۔ کہ اس قسم کے گناہوں کے عوض میں جناب مسیح کفارہ ہوئے جبکہ مجرموں کی سزا بحال ہے۔ تو کفارہ چہ معنے؟

ایک اور سوال

جی چاہتا ہے۔ کہ آخری ایک سوال لکھکر مضمون ہذا کو ختم کر دیں۔ سنئے:۔

کفارہ سے کونسے گناہ معاف ہوئے۔ یعنی بوقت عیسائی ہونے یا بوقت بلوغت کفارہ مسیح پر ایمان لانے سے پہلے زمانہ کے معاف ہوئے۔ یا پہلے اور پچھلے دونوں معاف ہوتے۔ اگر محض پچھلے معاف ہوئے۔ تو آیندہ کے لئے گناہوں کی کیا صورت ہوگی۔ اون کے لئے کونسا کفارہ ہوگا۔ علاوہ اس کے اسلامی کفارہ پر اسکو کیا ترجیح۔ اسلام بھی تو پہلے گناہوں کی معافی کا وعدہ دیتا ہے۔ غور سے سنو۔ اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ×

اور اگر دونوں معاف ہوتے۔ تو گناہگاروں کو کتنا حوصلہ ہوگا۔ اور خدا کی شریعت مطہرہ (جو اوس نے اپنے بیشمار مقدسوں کی معرفت دنیا میں بھیجی تھی) کی کیا عزت ہوگی۔ کیونکہ ہر ایک شخص کفارہ کے بھروسہ پر گناہ کر کے شریعت کو پامال کریگا۔

اس لاحل سوال کا جواب پادری ٹامس ہاول صاحب نے یوں دیا ہے

"واضح ہو کہ کفارہ اس لئے نہیں ہوا۔ کہ اس وقت گناہ کے امکان کو مٹا ڈالے۔ بلکہ وہ تو اس لئے ہوا ہے۔ کہ گناہگار کو خدا کے سزا دہ عدل کی حقیقی سزا سے بچائے۔ اور گذشتہ حال و آیندہ کے گناہوں کی معافی کے لئے تو کفارہ کافی ہو چکا ہے۔ لیکن انسان کی فعل مختاری چھینی نہیں گئی۔ اور نہ عارضی عبرتی و تنبیہی سزاؤں کو جو جرائم کے روبہ تنزل کرنے کے لئے انتظامی ہیں۔ وہ دور کرتا ہے انسان کو اختیار رہتا ہے۔ کہ وہ جس گناہ سے بچایا گیا ہے۔ پھر اس میں پڑکر چاہے تو اپنا نقصان کرلے۔ یا اس سے بچا رہے۔ سو کفارہ ہمیں گناہوں اور ان کی سزا حقیقی سے بچاتا ہے بشرطیکہ ہم ثابت قدم رہکر اپنا ایمان خداوند یسوع المسیح کفارہ دینے والے پر رکھیں پس کفارہ ہمیں سزا دہ عدل کی حقیقی سزا سے بچانے کے لئے ہوا۔ نہ کہ گناہ کے امکان کو مٹا ڈالنے کے لئے۔ یا انسان کی خود مختاری کو چھین لینے کے لئے" (اثبات کفارہ حصہ اول، صفحہ ۲۳ و ۲۴)

جہاں تک ہم نے اس عبارت پر غور کیا۔ ہمیں یہ سمجھ میں آیا۔ کہ پادری صاحب کی مراد یہ ہے۔ کہ

× منکر اگر باز آجاویں۔ تو اون کے پچھلے گناہ معاف کئے جاوینگے

AsliAhleSunnet.com

جرایم ایسے ہیں۔ کہ حکومت وقت کی طرف سے انپر سزا مقرر ہے۔ اونکی سزا تو بغرض انتظام ضرور ملے گی۔ مگر حقیقی سزا جو خدا کے ہاں گناہوں کی مقرر ہے۔ وہ اس کفارہ کی وجہ سے نہ ملے گی یہ بھی تسلیم کیا ہے۔ کہ گناہ تینوں قسم کے معاف ہوتے ہیں۔ یعنے زمانہ ماضی۔ حال۔ اور مستقبل کے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:-

گذشتہ۔ حال اور آئندہ کے گناہوں کے لئے کفارہ کافی ہو چکا ہے۔

اب پادری صاحب ہمیں بتلادیں۔ کہ آجکل دنیا بھر میں عموماً اور عیسائی ممالک میں خصوصاً شراب خوری۔ زناکاری۔ جن پر حکومت کی طرف سے کوئی اعتراض یا سزا مقرر نہیں۔ کیا یہ سب گناہ معاف ہیں۔ اور جناب مسیح کا کفارہ ان سب کے بدلہ میں ہو چکا ہے؟ اگر نہیں ہوا۔ تو کفارہ نامکمل۔ اور آپ کا دعوے غلط۔ اور اگر ہوا ہے۔ تو حضرت مسیح کے اس سنہرے حکم کا کیا جواب؟

تم سن چکے ہو۔ کہ اگلوں سے کہا گیا۔ تو زنا نہ کر۔ پر میں تمہیں کہتا ہوں۔ کہ جو کوئی شہوت سے کسی عورت پر نگاہ کرے وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا ہو اگر تیری داہنی آنکھ تیرے ٹھوکر کھانے کا باعث ہووے اسے نکال اور اپنے پاس سے پھینک دے۔ کیونکہ تیرے انگوں میں سے ایک کا نہ رہنا تیرے لئے اس سے بہتر ہے کہ تیرا سارا بدن جہنم میں ڈالا جاوے۔ (متی ۵)

یہ سب احکام شریعت کے ہیں۔ اور جناب مسیح علیہ السلام نے اونکو بتلائے ہیں۔ جو انپر ایمان لا کر اون کے ہو چکے تھے۔ پھر اگر ایسے کاموں (زنا وغیرہ) کی حقیقی سزا نہیں ہے۔ بلکہ اون کے لئے کفارہ ہی کافی ہے۔ تو اونپر جہنم کی دہمکی کیا ہے؟

عاقبت کی خبر خدا جانے
اب تو آرام سے گذرتی ہے

[ایک آخری سوال!] جناب مسیح کا قول ہے۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے

اس مثال کا مطلب یہ ہے۔ کہ کام اپنے نتیجہ کے لحاظ سے اچھا یا برا مفید یا غیر مفید ہوتا ہے۔ اس میں کسی کو کلام نہیں۔ اس اصول سے ہم مسئلہ کفارہ کو جانچتے ہیں۔ پادری راؤس صاحب لکھتے ہیں:-

"یسوع مسیح آسمان پر اپنے لوگوں کے حق میں ہمیشہ شفاعت کرتا ہے۔ اور اس کی شفاعت صرف یہی نہیں ہے۔ کہ ان کے گناہ معاف کئے جاویں۔ بلکہ یہ بھی کہ خدا ان کو شیطان سے محفوظ رکھے۔ ان کے دلوں کو پاک کرے۔ انہیں یہ طاقت و توفیق عنایت کرے۔ کہ وہ گناہ اور شیطان کا مقابلہ کریں۔ اور انپر غالب آویں۔ مصیبت کے وقت ان کو تسلی بخشے۔ پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی توفیق دیوے۔ اور جب وہ اس جہان سے کوچ کریں۔ تو ان کو آسمانی مکانوں میں داخل کرکے ابد الآباد کی خوشی اور نیک بختی نصیب کرے۔" (ہمارا شافع ص۲)

اس عبارت کا مطلب صاف ہے۔ پادری صاحبان ہمیں بتلاویں۔ کہ جو لوگ کفارہ پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ اون میں یہ صفات ہیں۔ کہ وہ شیطان کا مقابلہ کرکے اوسپر غالب آئے ہوں۔ اونہیں گناہ نہ پایا جاوے وہ سب طرح سے نیک اور قابل نجات ہوں۔ عیسائی دنیا اگر ایسی ہے۔ تو موجب مسرت ہے۔ اور اگر واقعات اس کے برخلاف ہیں۔ تو کفارہ کا نتیجہ کیا؟ بس ناظرین درخت کو پھل سے پہچان کر کفارہ پر ایمان لاویں۔ اور بس

اس مختصر سے مضمون میں ہم نے نفس مسئلہ کفارہ پر بحث کی ہے۔ باقی اس کی بناء اور فروعات کا ہم نے مطلق خیال نہیں کیا اگر ضرورت ہوئی۔ تو آئندہ

عیسائی دوستو! باوجودیکہ ہم نے یہ مضمون ایک دل آزار کتاب کے جواب میں لکھا ہے۔ تاہم ہمیں توقع ہے۔ کہ اس سارے مضمون میں کوئی لفظ آپ لوگوں کے لئے دل آزار نہ ہوگا۔ بس اس صاف گوئی کا انعام آپ لوگ کیا دینگے؟ میں یہی چاہتا ہوں۔ کہ آپ لوگ ٹھنڈے دل سے اسپر غور کریں ؎

میرے دل کو دیکھکر میری وفا کو دیکھکر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھکر

اہلحدیث ضمانت فنڈ

اخبار اہلحدیث کی ضمانت کا صدمہ جو اصحاب اہلحدیث کو ہوا ہے۔ اللہ ہی کو معلوم ہے اوسکا ظاہری ثبوت اونکی ہمدردی ہے جو چندہ سے ظاہر ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالے ایسے احباب کی ہمت میں برکت کرے۔

اہلحدیث کانفرنس کی مجلس شوریٰ نے اخبار کی بندش کو قومی نقصان جانکر ۲۴۔ دسمبر کو فیصلہ کیا۔ کہ ضمانت فنڈ میں جتنا روپیہ کم ہے وہ خزانہ کانفرنس سے دیکر اخبار جاری کیا جاوے کہ چندہ آنے پر کانفرنس کو دیا جائے جزاءھم اللہ احباب کی مخلصانہ دعا سے توقع ہے۔ کہ اخبار اہلحدیث بہت جلد پہلے سے زیادہ آب و تاب سے نکلیگا انشاء اللہ

میزان رقم مندرجہ کالم ۲۶ سوم ۲۴ دسمبر ۰۸ روپے اور اس کے بعد حسب ذیل

معرفت مولوی قطب الدین واعظ ضلع امرتسر عہ معرفت شیخ شاہ محمد جہلم سے منشی عبدالغنی باجگی پور عہ مولوی عبداللہ کھیا نوالی عہ حافظ عبدالحکیم بنارس عہ وحید الزمان عہ طلبہ (ڈیرہ جیوم) عہ منشی جان محمد جلیبی عہ معرفت مولوی گل محمد بستی گدہ منظور گڈہ سے معرفت مولوی مولا بخش خان ادھمی آین سول عہ محمد عبداللہ دینا چوہدری انبالہ عہ مولوی عبدالسمیع الہ بخش مہا بنو عہ ترقی شاہ ولیجی عہ سید حسین بنگلور عہ معرفت محی الدین بنگلور سے حکیم محمد شریف باجگی پور عہ صوفی از بہار عہ حاجی محمد سردار خان منڈی لطیف عہ معرفت مولوی عبدالسلام پٹنہ عہ مولوی شیر محمد بھٹنڈہ عہ معرفت مولوی محمد حسین لکھو کے للعہ طلبہ مدرسہ اردو نرگھر عہ معرفت مولوی عبداللطیف بنارس للعہ

معرفت حاجی عبدالغفار دہلی عہ میاں سخاوت از چھینہ میانوالی عہ معرفت مبارک از اصحاب رنگون عہ نذیر حسین بیگ از اسٹی عہ ڈاکٹر غلام مصطفی از ونیو بیو [illegible] عہ حاجی احمد حسین از دہلی عہ مولوی غلام نبی سوہدرہ عہ مولوی دین محمد کوٹ ضلع لاہور عہ معرفت مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹ [illegible]

AsliAhleSunnet.com

کہیں بھی یہ مذکور نہیں۔ بعض نے کہا۔ کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے دبر سے ریح آواز سے نہیں نکلتی۔ آپ نے اسی لئے ایسا کیا تھا۔ کیونکہ آپ مجلس صحابہ کے قریب تھے۔ وہاں آپ مصلحت کی غرض سے تشریف لے گئے تھے۔ اور مجلس کے قریب خروج ریح آواز سے ذرا بے موقع ہوتا ہے۔ بعض نے کہا۔ کہ زمین چونکہ نرم تھی۔ چھینٹا وغیرہ پڑنے کا خوف نہ تھا۔ اس لئے آپ نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا۔ قاضی شوکانی لکھتے ہیں۔

ولا یخفی ما فی ھذا الکلام من التکلف۔ انتہی (ص۶۶ ج۱) یعنی ان توجیہات میں جس تکلف سے کام لیا گیا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ اصل یہ ہے۔ کہ یہ سب کچھ نہیں۔ بلکہ محض جواز بتلانے کو آپ نے ایسا کیا تھا۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ والاظہر انہ فعل ذلک لبیان الجواز (فتح الباری پ۱) قاضی شوکانی لکھتے ہیں والحاصل انہ قد ثبت عنہ البول قائما وقاعدا والکل سنۃ انتہی (نیل ص۶۶ ج۱) یعنی آپ سے کھڑے ہوکر پیشاب کرنا اور بیٹھکر دونوں طور سے ثابت ہے۔ اور دونوں سنت (جائز) ہیں۔ اسی بناء پر صحابہ کرام نے بھی اسی پر عملدرآمد کیا ہے۔ فتح الباری میں ہے۔ روی عبد الرزاق عن عمرؓ قال البول قائما احصن للدبر وقد ثبت عن عمر وعلی وزید بن ثابت وغیرہم انہم بالوا قیاما وھو دال علی الجواز من غیر کراھۃ واللہ اعلم (فتح ص۱۶۳ ج۱) نووی نے شرح مسلم میں ابن منذر کی اشراف سے اتنا اور نقل کرکے زیادہ کیا ہے فثبت عن عمر بن خطاب وزید بن ثابت و ابن عمر وسھل بن سعد انھم بالوا قیاما و روی ذلک عن انس وعلی وابی ھریرۃ وفعل ذلک ابن سیرین وعروۃ بن الزبیر انتہی (نووی ص۱۳۳ ج۱) یعنی حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے۔ کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے دبر کی حفاظت ہوتی ہے۔ اور خود حضرت عمرؓ نے وحضرت علی وزید بن ثابت وعبد اللہ بن عمر وسہل بن سعد وانس وابوہریرہ و عروہ بن زبیر وغیرہ صحابہ کرام نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا ہے۔ اور تابعین میں سے محمد بن سیرین وغیرہ نے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ کہ اس سے بغیر کراہت کے کھڑے ہوکر پیشاب کرنا جائز ثابت ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر جو بیٹھکر پیشاب کرتے تھے۔ وہ محض مخالفت مشرکین کے خیال سے کیونکہ وہ کہتے۔ انظروا الیہ یبول کما تبول المرأۃ (نسائی) یعنی اس (حضور علیہ السلام) کو دیکھو۔ عورتوں کی طرح پیشاب کرتا ہے۔ لیکن جب اسلام شایع ہوگیا۔ اور مشرکین مسلمان ہوگئے۔ تو اب وجہ مخالفت جاتی رہی لہذا آپ نے کھڑے ہوکر پیشاب کرکے اسکا جواز بتلا دیا یہ ہر دو مضامین یعنی اس لئے لکھے۔ کہ تحریر ہی اظہار خیالات کا ذریعہ ہے۔ اور صحابہ کرام میں ہمیشہ یہ دستور رہا ہے۔ کہ جب کوئی قوم کسی جائز مسئلہ کو منع اور حرام سمجھنے لگتی۔ تو اوسکا جواز عملاً وقولاً اوس قوم کے روبرو کھول کر پیش کردیتے۔ اسی بناء پر حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ علی العالم اذا رأی الناس اجتنبوا شیئا وھو یعلم جوازہ ان یوضح لھم وجہ الصواب فیہ خشیۃ ان یطول الامر فیظن تحریمہ انتہی (فتح الباری ص۳۶ ج۲۴)

یعنی جاننے والے کو ضروری ہے کہ جب وہ لوگوں کو دیکھے کہ ایک جائز امر سے پرہیز کرنے لگے ہیں تو اون کو امر حق واضح کردے۔ ورنہ زمانہ کی درازی کے بعد لوگ اوسکو حرام سمجھنے لگیں گے۔ چونکہ لوگ کھڑے ہوکر پانی پینے کو حرام اور کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کو منع سمجھنے لگے تھے۔ اس لئے یعنی ان دونوں کے جواز کو جو امر حق تھا واضح کردیا۔ آئیندہ اختیار۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد ابو القاسم عفی عنہ البنارسی

اتفاق و اتحاد

حضرات! آپ اس مبارک اتفاق و اتحاد کو بخوبی یاد رکھتے ہونگے۔ جو کہ خلفاء راشدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے درمیان تھا۔ ان عزیزین نے جو عظیم الشان اور نگاہوں کو خیرہ کرنے والی کامیابیاں حاصل کیں۔ وہ سب اتفاق و اتحاد کے ہی اصولوں پر مبنی تھیں۔ لہذا جب تک ہم اتفاق و اتحاد کے ساتھ زندگی بسر کرینگے۔ یقیناً ترقی اور کامیابی کے بلند زینہ پر کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والے اصحاب اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ کہ جس وقت مسلمان باہم متفق و متحد تھے۔ تو کامیابیوں کا بلند زینہ اون کے قدموں میں رہتا تھا۔ اور تمام جہان میں اُن کے اخلاق و تمدن کا پرچم لہرا رہا تھا۔ اون حضرات کے دلوں میں برادرانہ الفت کی ایک بجلی تھی۔ جو کہ نہایت سرعت، اور تیزی کے ساتھ اپنا کام کررہی تھی اور ایک دوسرے اپنے اختلافات کو گناہ خیال کرتے تھے لیکن برخلاف اس کے آج ہم جو کہ اونہیں صاحبوں کی نسل سے ہیں نفاق و شقاق میں پھنسکر تباہ و برباد ہورہے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالے نے قرآن کریم میں نہایت تاکید کے ساتھ اتفاق و اتحاد کے قایم رکھنے کے واسطے بار بار امر فرمایا ہے۔ ارشاد ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ صاحبان اب غور تو فرمائیے۔ اسلام تو ہمکو یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ باہم صلح و آشتی کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ لیکن وائے برحال ما۔ کہ ہم برخلاف اس کے نفاق اور دشمنی اختیار کرتے ہیں۔ اسلام نے روزانہ نماز۔ جمعہ کی نماز۔ عیدین کی نماز اور حج وغیرہ کی تعلیم اتفاق و اتحاد ہی کے واسطے دی ہے۔ افسوس جن قوموں کے واسطے قلوبھم شتی کا حکم ہے وہ تو اس طرح ترقی کریں۔ لیکن افسوس ہم ان حضرات کی اولاد ہوکر جن کے واسطے اشداء علی الکفار و رحماء بینھم کے خطاب سے قرآن کریم میں یاد کیا ہے، نفاق و شقاق کے تاریک اور بدبودار گڑھے میں پڑے ہوئے سڑتے رہیں۔ ہم کو چاہیئے۔ کہ اب بھی بیدار ہوجائیں۔ اور اپنے تمام حرکات و سکنات کو محض خدا کے واسطے وقف کردیں۔ اور نفاق و خود غرضی لئے ناپاک جذبوں میں آلودہ نہوں۔ یاد رکھو جو قوم کہ باہم متفق و متحد ہے۔ اور خدا پر توکل اور بھروسہ رکھتی ہے۔ وہ کبھی ناکامیابیوں کے منحوس مونہہ نہیں دیکھ سکتی۔ لیکن یہ جب تک کہ ہم مذہب کو مضبوط طریقہ سے نہ پکڑیں۔ ناممکن ہے۔ اگر ہم اپنے اپنے دل کی کدورتیں نکال کر صاف کردیں۔ تو آج ہی ہمارا ستارہ جو کہ گردش میں پڑا ہوا ہے۔ چمککر پھر عروج پر آجاوے جنگ طرابلس و بلقان اور واقعہ کانپور کے سبب سے جو مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد کی ایک لہر پھیل گئی ہے

AsliAhleSunnet.com

اگر سکو برقرار رکھا جاوے۔ تو وہ دن دور نہیں ہیں جب کہ ہم کامیابیوں کا بابرکت سہرا زیب سر کئے ہونگے بزرگان قوم سے بادب التماس ہے۔ کہ موجودہ جذبات کو دبنے نہ دینگے۔ اور جو بیداری مسلمانوں میں مصائب گزشتہ کیوجہ سے پیدا ہوگئی۔ اس کے صحیح وسلامت رکھنے میں کوشاں ہوں۔ وما علینا الا البلاغ۔

خدانے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

خادم المسلمین خاکسار محمد بخش الدین طالب علم از اسلام نگر۔

شودر کا کام اور وصف

دو رنگی چھوڑ کر یک رنگ ہوجا
سراسر موم ہو یا سنگ ہوجا

"شودر کو چاہیئے۔ کہ مذمت۔ حسد۔ غرور وغیرہ عیبوں کو چھوڑ کر براہمن۔ کھشتری۔ اور ویشیوں کی خدمت حسب مناسب کرے۔ اور اسی سے اپنا وجہ معاش پیدا کرے۔ شودر کا یہی ایک کام اور وصف ہے۔" ستیارتھ پرکاش سمولاس ساتواں صفحہ

نوٹ از خاکسار۔ عبارت منقولہ سے ظاہر ہے کہ شودر کا صرف یہی ایک کام اور وصف ہے۔ کہ برہمن۔ کھشتری اور ویشوں کی خدمت حسد غرور وغیرہ چھوڑ کر کرے۔ اب ناظرین یاد رکھیں۔ کہ سوامی جی نے یہاں صرف یہی ایک کام اور وصف شودر کیواسطے تجویز کیا ہے۔ وید شاستر وغیرہ پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ حالانکہ اسی صفحہ ۱۱۷ پر برہمن۔ کھشتری اور ویشوں کے واسطے وید شاستر وغیرہ کا پڑھنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اب آگے ملاحظہ ہو۔ سوامی جی تحریر فرماتے ہیں "کیونکہ قابلیت پڑھنے پڑھانے ہی سے ہوتی ہے۔ اور وید پڑھنے سننے کا استحقاق سب کو ہے۔ دیکھو گارگی وغیرہ عورتوں کا حال اور چھاندوگیہ میں ہے۔ کہ جان شرتی شودر نے بھی وید رکیہ منی کے پاس پڑھا تھا اور یجروید کے چھبیسویں ادھیائے کے منتر دوم میں صاف لکھا ہے۔ کہ ویدوں کے پڑھنے اور سننے کا استحقاق کل نوع انسان کو ہے" ستیارتھ پرکاش سمولاس گیارہواں صفحہ ۲۵۰

ناظرین۔ دیکھیئے۔ سوامی جی کی اول تحریر۔ اس سے پہلے تو شودر کے واسطے صرف یک ہی کام بتایا۔ اور ورنوں کی طرح وید وغیرہ پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ اب یجروید کے چھبیسویں ادھیائے کے منتر دوم کا حوالہ دیکر تحریر کرتے ہیں۔ کہ وید کے پڑھنے اور سننے کا استحقاق کل نوع انسان کو حاصل ہے بھلا ملاحظہ تو فرمائیے جس شخص کی ایسی متضاد تحریر ہو کہ ایک دوسری کا رد کرتی ہو۔ کیا اسکو صحیح سمجھا جاسکتا ہے۔ نیز سوامی جی نے شودر کے واسطے تو مذمت۔ حسد۔ غرور وغیرہ عیبوں کو چھوڑنے کے واسطے لکھا۔ لیکن برہمنوں۔ کھشتریوں اور ویشوں کے واسطے نہیں لکھا۔ کہ یہ بھی مذمت۔ حسد۔ اور غرور وغیرہ عیبوں کو چھوڑ کر خدمت لیں۔ جناب مسافر جی مہاراج جواب دیں۔ کہ کیا اور ورنوں کو غرور حسد وغیرہ عیبوں کا رکھنا جائز ہے۔ اور سوامی جی ایسی تحریریں لکھ کر کون درجہ کے لیڈر بنے۔

(خاکسار محمد بخش الدین از اسلام نگر)

حقوق نسواں اور آریہ سماج

وہی قاتل وہی مخبر وہی خود منصف ہے
اقربا میرے کریں خون کا دعوے کس پر

"اس قسم کی عورت سے شادی نہ کریں۔ نہ زرد رنگ والی۔ نہ مرد سے بہت لمبی چوڑی۔ نہ زیادہ طاقتور۔ نہ بیمار۔ نہ وہ جسم پر جس کے بال نہ ہوں۔ نہ بہت بال والی۔ بکواس کرنے والی۔ اور نہ بھوری آنکھ والی۔" ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۰۴

خاکسار۔ ناظرین دیکھا۔ آپنے سوامی جی کا طریق مساوات۔ مردوں کو تو ہدایت کی۔ کہ وہ ایسی عورتوں سے شادی نہ کریں۔ لیکن عورتوں کو کوئی ہدایت نہیں کی۔ کہ وہ بھی ایسے مردوں سے شادی نہ کیا کریں جس کا رنگ زرد یا اون سے لمبا چوڑا یا زیادہ طاقتور ہو۔ وغیرہ۔ اگر کوئی حکم ہے تو براہ کرم ہمارے سوامی جی دوست صحیح حوالہ بدستخط سوامی جی بتلا دیں۔ ہمارے ناقص خیال میں اس کا اگر کوئی جواب ہو سکتا ہے۔ تو یہی کہ سوامی جی خود مرد تھے۔ سب سے زیادہ ڈھلوتا لیکن مزیدار سین ہماری آنکھوں کے سامنے جب کھنچتا ہے۔ جب خیال کرتے ہیں۔ کہ اگر بالفرض محال یورپ اور امریکہ میں آریہ سماج کا جھنڈا لہرایا۔ تو وہاں کی عورتیں (جو کہ لمبی چوڑی بھی ہیں اور بھوری آنکھ والی بھی۔ اور بکواس کا اندازہ تو اس سے ہو سکتا ہے کہ وزیر اعظم ایسے عالی مرتبت کو سر راہ پکڑ لیا) کہاں جائیں گی؟ اور سنیئے:۔

"منحوس نام والی عورت سے بھی شادی نہ کریں یعنی اشونی بھرنی روہنی ریوتی بائی چترلی وغیرہ ستاروں کے نام والی۔ تلسی گیندا۔ گلابی۔ چمپہ وغیرہ پودوں کے نام والی کوکلا۔ مینا وغیرہ پرند نام والی۔ ناگی۔ بھجنگا وغیرہ سانپ نام والی۔ مادھو داسی میراں داسی وغیرہ خدمتگار نام والی اور بھیم کماری چنڈکا کالی وغیرہ ڈراونے نام والی لڑکیوں کے ساتھ شادی نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ نام منحوس اور دیگر اشیاء کے بھی ہیں" ستیارتھ صفحہ ۱۰۴

خاکسار۔ جملہ آریہ صاحبان عموماً اور مہاراج مسافر جی خصوصاً بتلا سکتے ہیں۔ کہ جو قیدیں سوامی جی نے عورتوں کے واسطے لگائی ہیں۔ آیا وہ مردوں کے ساتھ بھی لگائی ہیں۔ اگر یہی نام مردوں کے ہوں تو عورتیں ان کے ساتھ شادی کریں یا نہ کریں۔ صحیح حوالہ بدستخط سوامی جی بتلائیں۔

یہ تو ہے آریہ سماج میں مستورات کے ساتھ انصاف اب اسلام کیطرف دیکھیئے۔ اس نے شادی کیں سطے کیا ہی خوب حکم دیا ہے۔ کہ کسی قسم کی عورت۔ مرد پر قید ہی عاید نہیں چنانچہ ارشاد ہے۔ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ جس عورت کو تم پسند کرو۔ اس سے نکاح کرو (باقی آئندہ)

AsliAhleSunnet.com

مُسکر اور مُفتر کا یکسان حکم ہے

۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ میں ایک مضمون بعنوان مسکر اور مفتر میں فرق میری نظر سے گذرا جب مینے اوسے بغور دیکھا۔ تو میری سمجھ ناقص میں فاضل مضمون نگار نے جسقدر خامہ فرسائی کی ہے۔ وہ بچند وجوہات دائرہ تحقیق سے دور ہے۔ امید کہ معروضات ذیل کو نظر انصاف سے ملاحظہ فرما کر اپنے خیالات کو واپس لیں گے۔

عد اولاً لیٹ کر سونے سے وضو کا ٹوٹنا۔ اور بیٹھکر سونے سے نہ ٹوٹنا۔ اس کی علت جو بیان کی ہے۔ وہ علت منصوصہ کے خلاف اپنی ذاتی رائے ہے چنانچہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صاف ثابت ہے۔ کہ لیٹکر سو جانے سے اعضاء کے جوڑ اور رگیں ڈھیلے اور سست پڑجاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے خروج ریح وغیرہ عادۃً جائز ہے۔ لہذا شارع علیہ السلام نے لیٹکر سونے والے کے وضو کو منقوص فرمایا۔ اور بیٹھکر سونے والے کا نہیں۔ ورنہ حواس کا بیکار ہو جانا اور غشی کا طاری ہونا بیٹھکر سونے والے پر بھی ہوتا ہے۔ پس نیند کی مثال دیکر مفتر اور مسکر کی وضاحت ٹھیک نہیں۔

عدہ ثانیاً مسکر اور مفتر دونوں کے مفہوم اگرچہ الگ الگ ہیں۔ مگر اخلاقی اور روحانی کمزوریاں دونوں کے استعمال سے یکساں ہیں۔ جیسا کہ اور محرمات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک دوسرے سے باعتبار آثار کے الگ تھلگ ہیں۔ مگر اصل حرمت میں کل یکساں ہیں۔ لہذا تاوقتیکہ شارع علیہ السلام کی طرف سے اس امر کی تفصیل نہ ہو۔ کہ مفتر کا قلیل حصہ مباح اور کثیر حرام ہے۔ کسی دوسرے کو مجاز نہیں۔ کہ قلیل کو حرمت سے الگ کرے۔ بلکہ مثل اور محرمات کے اسکی حرمت بھی علی الاطلاق ماننی پڑیگی۔

عتہ ثالثاً مفتر کی علت حرمت اگرچہ افتار ہے جیسا کہ مسکر کی علت حرمت اسکار ہے مگر یہ کیونکر معلوم ہوا۔ کہ قلیل حصہ اشیائے مفترات کو مفتر نہیں مانا۔ کہ قلیل حصہ کے استعمال سے افتار کا احساس نہیں ہوتا۔ مگر کسی قدر افتار پایا تو ضرور جائیگا۔ کیونکہ مفتر ہر حالت میں مفتر ہوگا چنانچہ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکر کے قلیل حصہ کو بھی حرام فرمایا۔ اگرچہ بظاہر حصہ قلیل میں اسکار محسوس نہیں ہوتا مگر فی الحقیقت کوئی حصہ بھی اسکار سے خالی نہیں ہوتا اس لئے کہ اگر حصہ قلیل میں اسکار نہ ہو۔ تو کثیر میں کیونکر ہوگا۔ کیونکہ قلت پر قدر زائد یا امثال بڑھا دینے کا نام کثرت ہے اور کثرت میں زیادتی وصف کی قلت کے قدر زائد یا امثال سے ہوا کرتی ہے۔ ورنہ کثرت اور قلت میں کوئی فرق نہ رہے پس تا وقتیکہ کسی دلیل سے یہ نہ معلوم ہو جائے۔ کہ قلیل حصہ کی حرمت معتبر عند الشرع نہیں۔ ہمکو مجاز نہیں۔ کہ اوسپر حلت کا حکم لگائیں۔ ہم تو حسب فرمان والا شان کل مسکر حرام (ہر نشہ والی چیز حرام ہے) مفتر کے ہر افراد اور اجزاء کو حرام مانیں گے۔ ذرا بھر اس سے سرتابی نہ کرینگے۔

عدہ رابعاً۔ نشہ لانیوالی چیز کی بابت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ اگر اوسکی زیادہ مقدار نشہ لائے۔ تو قلیل بھی حرام ہے۔ اور اعضاء سست کرنے والی چیز کی بابت یہ نہ فرمانا اس امر کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ کہ قلت اور کثرت کی حرمت مخصوص نشہ لانے والی چیزوں پر ہے۔ ورنہ لازم آئے گا۔ کہ الیٰ محرمات کا قلیل حصہ حرام نہ ہو۔ تو اس لئے کہ مثل اعضاء سست کرنے والی چیزوں کے اور اشیائے محرمہ کی حرمت بھی علی الاطلاق ہے۔ قلیل اور کثیر کی قید ہرگز نہیں ہے اگر سود کی بابت یمحق اللہ الربوا (خدا سود کو نیست و نابود کر دیتا ہے) ارشاد ہے۔ تو اعضاء سست کرنے والی چیزوں کی بابت کل مفتر حرام (سست کرنے والی چیز حرام ہے) فرمان والا شان صلی اللہ علیہ وسلم ہے کسی زیادتی کی قید نہ حکم اول میں ہے اور نہ ثانی میں۔ پھر ایک حکم کی بابت قلت اور کثرت کی حرمت تسلیم کرنا اور دوسرے کی بابت نہ ماننا کیا ترجیح بلا مرجح اور از خود حکم لگانا نہیں ہے۔ ہم کو آپ کے حکم سے بال برابر بڑھنا گھٹنا نہ چاہئے۔ اور حدیث ما سکت عنہ فھو مما عفا (جس سے سکوت کیا وہ جائز اور مباح ہے) سے استدلال کر کے کہ مفتر کا قلیل حصہ مباح ہے جب یہ صحیح ہوتا۔ کہ کثیر کی بابت حرمت منصوص ہوتی اور جب کثیر اور قلیل کی قید حدیث میں وارد نہیں۔ تو کثیر کی ماننا اور قلیل کی نہ ماننا صحیح نہ ہوگا لہذا قلیل حصہ کو مباح کہنا غلط اور لغو ہوگا۔ علاوہ بریں یہ حدیث مرفوع نہیں۔ موقوف ہے۔ اور موقوف صحیح تر مذہب پر قابل احتجاج نہیں۔ اور نیز حدیث مرفوع الحلال بین والحرام بین وبینھما مشتبہات (حلال اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں میں کچھ امور مشتبہ ہیں جنکی حلت اور حرمت ظاہر نہیں) سے صاف ثابت ہے۔ کہ حلال اور حرام کی صراحت منجانب شارع علیہ السلام ہو چکی ہے۔ لہذا ما سکت عنہ فھو مما عفا کی ضرورت باقی نہیں رہی پس جن لوگوں کے نزدیک موقوف حجت ہے۔ اون کے مذہب پر بھی اس صورت میں قابل احتجاج نہ ہوگا۔ کیونکہ حدیث مرفوع سے اس کے خلاف حکم ثابت ہے۔

عدہ خامساً۔ چند چیزوں کی حرمت ایک جا ذکر ہونی اور اس میں بعض کی بابت کوئی حکم الگ ہونے پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ ہاں صحیح اوسوقت ہوتا۔ کہ حسب مواخذہ جب یہ بات ثابت ہو جاتی۔ کہ مسکر اور مفتر کی حرمت حدیث میں ایک جا وارد ہے۔ اور مسکر کی بابت قلیل اور کثیر کی حرمت منصوص ہے۔ اور مفتر کی بابت نہیں۔ اور اگر یہ تسلیم بھی کرلیں۔ تو کیا ضرور ہے۔ کہ امر زائد بعض کیلئے مخصوص ہے تا وقتیکہ کسی اور دلیل سے یہ نہ ثابت ہو جائے کہ یہ امر زائد اس بعض کے ساتھ مخصوص ہے ہمکو خصوصیت کا مجاز نہیں۔ معہذا بیانات قبل سے ظاہر ہو چکا کہ قلیل اور کثیر دونوں مقدار اسکار اور افتار کو علی قدر مراتب شامل ہیں۔ اور مفترت میں بحسب قدر بڑھی ہے لہذا دونوں کا حکم یکساں ہوگا۔ البتہ اگر شارع علیہ السلام قلیل حصہ مفترات کو حکم حرمت سے الگ کردیتے۔ تو ہمکو اس کی بجا آوری میں کوئی عذر نہ ہوتا۔ اور ہم جان لیتے کہ قلیل حصہ کے استعمال سے اخلاق پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا۔ اور جب یہ امر آپ سے منصوص نہیں۔ تو ہمکو مجاز نہیں کہ حضور سرور کائنات کے مطلق حکم کو مقید کریں۔ باوجودیکہ ہمارے لئے نظائر موجود ہیں۔ کہ مطلق حکم سے قلیل اور کثیر دونوں حصوں کو حرام فرمایا۔ صرف اسقدر میری تحریر سے بیانات بخوبی ثابت ہو چکے۔ کہ قلیل اور کثیر دونوں مفترات کا یکساں حرام ہے۔ لہذا امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ مفتر اور مسکر دونوں کی حرمت یکساں ہے۔ نہایت ہی صحیح اور درست ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ (محمد منیر خاں مدرس مدرسہ بناس)

AsliAhleSunnet.com

راسخون فی العلم

کے بارہ میں میری سمجھ ناقص میں جو کچھ آیا ہے۔ وہ معروض ذیل ہے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

ابن جریر وغیرہ مفسرین کے جسقدر اقوال معانی راسخون فی العلم میں نقل فرمائے ہیں۔ وہ کل قریب قریب ہیں۔ ہاں البتہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نہایت مفصل اور مشرح ہے۔ امام موصوف ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔ والراسخون ہم الثابتون فیہ وہم فی الحقیقۃ المستدلون بان المقلد یکون بحیث اذا شکک یشکک واما المستدل فانہ لا یتشکک البتہ فالراسخون ہم المستدلون۔ الخ صفحہ ۵۰۶ ج ۳۔ یعنے راسخ فی العلم وہ لوگ ہیں۔ جو اپنے علم میں پختہ اور مضبوط ہیں اور فی الحقیقت یہ لوگ علم کو دلیل سے ماننے والے ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ مقلد کی یہ شان ہوتی ہے۔ کہ جب وہ شک میں ڈالا جائے۔ تو اوسکا علم اوسپر مشتبہ اور مشکوک ہو جاتا ہے۔ بخلاف مستدل کے کہ وہ ہرگز شک میں نہیں پڑتا۔ پس ثابت ہوا۔ کہ دلائل یقینیہ سے علم کو ماننے والے کا نام رسوخ فی العلم ہے اور صفحہ ۳۰۶ ج ۲ علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

انما الراسخون فی العلم ہم الذین علموا بالدلائل القطعیۃ بان اللہ تعالے عالم بالمعلومات التی لا نہایت لہا وعلموا ان القرآن کلام اللہ وعلموا انہ لا یتکلم بالباطل والعبث

راسخ فی العلم وہ لوگ ہیں جو دلائل یقینیہ سے جانتے ہیں کہ خداوند عالم اسقدر چیزوں کو جانتا ہے۔ کہ اوسکی انتہا نہیں۔ اور نیز جانتے ہیں۔ کہ قرآن مجید اور فرقان حمید اللہ کا کلام ہے۔ اور وہ عز اسمہٗ لغو اور جھوٹ باتوں کے ساتھ کلام نہیں کیا کرتا۔ اور عبارت مندرجہ ذیل

الرسوخ فی اللغۃ الثبوت فی الشئ واعلم ان الراسخ فی العلم ہو الذی عرف ذات اللہ وصفاتہ بالدلائل الیقینیۃ وعرف القرآن کلام اللہ تعالے بالدلائل الیقینیۃ۔ ترجمہ لغت میں رسوخ کے معنے الثبوت فی الشئ کسی چیز میں ثابت قدم رہنا۔ اور راسخ فی العلم وہ ہے۔ جو ذات اور صفات خداوند تعالے کو دلائل یقینیہ سے جانے اور نیز دلائل یقینیہ سے جانتا ہو۔ کہ قرآن مجید اور فرقان حمید کلام خداوند عالم ہے۔ ہر سہ عبارت امام فخر رازی رحمۃ اللہ تعالے سے بصراحت ثابت ہے۔ کہ معرفت ذات اور صفات خداوندی کا عالم علے وجہ الایقان راسخ فی العلم اور اپنے مقام میں ثابت ہو چکا ہے۔ کہ ذات اور صفات خداوندی کا علم علم اعتقادیات سے ہوتا ہے اور ظاہر ہے۔ کہ علم یقینی مطابق واقع کے ہوتا ہے اسکا ازالہ شک اور وہم وغیرہ سے نہیں ہو سکتا۔ البتہ علم ظنیہ جو خبر احاد اور اوس کے امثال سے ہوتا ہے عمل اوسپر واجب اور علم یقینی نہیں ہوتا۔ کما ہو مصرح فی مقامہ

پس جناب کی تمثیل مسئلہ آمین اور رفع یدین کی صحیح نہیں۔ کیونکہ طرفین کے نزدیک انکی روایت مفید یقین نہیں + اور نہ کوئی فریق ان کے علم کو علم یقین کہتا ہے۔ اور کیونکر کہہ سکتا ہے جبکہ انکی روایت تواتر نہیں۔ اور بلا تواتر ان چیزوں کا علم علم یقین نہیں ہو سکتا۔ لہذا کسی فریق پر راسخ فی العلم کا اطلاق صحیح نہیں ہوگا۔ اور ایسا ہی تقلید کی تقسیم ہی ہے۔ اس لئے کہ مقلد کسی قول خاص یا جمہور اور جماعت سلف کا بزعم خود اپنا یہ فرض منصبی نہیں جانتا اور نہ اوس پر یہ واجب ہو سکتا ہے کیونکہ جن امور میں وہ تقلید مد نظر رکھتا ہے۔ ان امور کی روایت اوس تک بطریق دلائل یقینیہ نہیں پہنچی اور ذات اور صفات خداوندی کو بطریق دلائل یقینیہ تسلیم کرنا ہے۔ اور یہ ہر مسلمان پر واجب ہے۔ ہاں جن کی عقل نارسا ہو۔ اور جاہل محض ہو۔ تو اوس کے لئے ایمان مجمل کافی ہے۔ کیونکہ یہ علم از قسم علوم اعتقادیہ ہے۔ اور علوم اعتقادیہ میں کسی فریق کے یہاں تقلید جائز نہیں۔ پس میرے نزدیک یہ الزام بھی بجائے خود غلط ہے

میرے اسقدر معروضات سے بداہۃً ثابت ہے کہ راسخ فی العلم کے اطلاق کے لئے علی العموم ہر مسئلہ کو دلائل یقینیہ سے جاننا ضرور نہیں۔ اور نہ یہ امر ممکن ہے ہاں جن امور میں یہ صورت اجرا ہو سکتی ہے۔ تو بلا شک انکو اسطور پر جاننا ضروری اور لازمی ہے۔ میرے یہ پراگندہ خیالات ہیں ممکن ہے۔ کہ واقع میں غلط ہوں۔ گر وجوہ اغلاط سے اطلاع ہوئے پر اصل مضمون جو اس میں سربستہ اور پوشیدہ ہے میں بھی کچھ کھول اور کہوں۔ خاکسار

(محمد منیر خان عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ غربیہ بنارس)

تصوف اور عمل بالحدیث

؎ خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در زبان دیگراں

۲۔ محرم میں مولوی صاحب عبد الودود سلمہٗ نے اس مضمون کو دوہرایا ہے۔ جو حضرت ج۔ ن۔ (میرے ناصح مشفق عزیز ومحسن ڈاکٹر سید جلال الدین صاحب سلمہٗ) نے مورخہ ۱۵ رمضان میں خلاصہ مضامین تصوف جناب مولوی عبد السلام صاحب مبارکپوری سلمہ اللہ تعالے کا مع شرح طبع کرایا ہے۔ مولوی عبد الودود صاحب سلمہ نے اوسپر حاشیہ چڑھایا جس سے میرے عزیز کی بو آتی ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

بہرکیف میں مولوی صاحب ناصح مشفق کا مشکور ہوں۔ اس خاکسار نے مضمون میں کوئی جدید بات نہیں پائی کہ آپکی خدمت سے مستفیض ہوتا۔ ہاں ایک بات البتہ دیکھی۔ خود سائل۔ خود مجیب وخود مفتی۔ فتوے بھی کفر کا آج کل تکفیر بہت سستی ہے۔ مجھے خوف ہے۔ کہ ایسی تکفیر مکفر پر نہ لوٹ آئے میں تعجب کرتا ہوں۔ نفس مسئلہ سے اعراض کرکے اوس کے حواشی میں گفتگو کی جاتی ہے

میرے ناصح مشفق کا ارشاد ہے۔ کہ صوفیوں کی خانقاہوں۔ رباطوں۔ صوفی خانوں میں جائے۔ وہاں یہ ہوتا ہے وہ ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ سب کچھ ہوتا ہے اور آپنے دیکھا بھی ہے۔ تو کیا آپ پر سے یہ فرض ساقط ہو گیا۔ کہ وہاں امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر کریں۔ شاید یہ خوف ہوگا۔ کہ وہ بھی اپنے سوٹے لنگوٹی سے تیار ہونگے تو پھر واصبر علی ما یقولون واہجرہم ہجرا جمیلا

+ مولانا! ثبوت چیزے دیگر و دلالت چیزے دیگر است۔ فافہم (مولف)

AsliAhleSunnet.com

پر عمل فرماویں۔ یا ہدایت فرماویں۔ واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا۔

میرے ناصح مشفق اگر ان بداطواروں کو آپ نے صوفیہ سمجھا ہے۔ تو یوں سمجھئے۔ فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات سلف صالحین کو کیوں کوستے ہو۔ ذرا انصاف وعدل سے فرمائیے محرم میں امام باڑوں، علم خانوں، مجاوران تعزیہ کی گدیوں، اور عراسیں ومیلوں میں جہلا مقلدین اور جہلا اہلحدیث کیا کرتے ہیں۔ وہی حاجتیں نشانوں کے سامنے پیش ہوتی ہیں۔ تعزیوں میں عرضیاں ڈالی جاتی ہیں۔ سجدہ کیا جاتا ہے۔ کیا ان کے اعمال خبیثہ سے شریعت میں خلل ہے۔ وائے بر حال ناصح۔ سچ ہے۔
الشیء یعمی ویصم۔

اس خاکسار کو تنبیہ ہوتی ہے۔ "آپ صوفیوں کے خواب اور رسالے ایسے مضامین قدر کے ساتھ طبع کرینگے۔ آپ اس ارادہ کو فسخ کردیں"۔ میں اس حکم کی تعمیل نہیں کرسکتا ان آپ کا فرمانا "جو کچھ لکھنا ہو۔ کتاب وسنت سے لکھیں"۔ یہ فرمان تابمقدور منظور۔ اس خاکسار نے آپ کے حضرت اور میرے عزیز ح۔ن سلمہ اللہ سے دو سال پیشتر کہدیا ہے۔ کہ رسالہ تصوف زیر تصنیف قبل طبع کرانے کے آپکے ملاحظہ کے لئے پیش ہوگا۔ فانتظروا

اس خاکسار نے ابتک جو کچھ لکھا ہے۔ اس میں تصوف کی وہ تصویر دکھائی ہے۔ جو اہل تصوف نے اس کے شیون بتلائے ہیں۔ میری تحقیق اس میں کیا ہے۔ ابھی فتوی ہے۔ مجھے یہ دیکھنا ہے۔ کہ کیا تصوف علم کفار ہے۔ اس کا موجد کون ہے۔ اور یہ علم کب سے جاری ہوا۔ صوفیہ نے اخلاص واحسان کو تصوف سے تعبیر کیا ہے۔ تو اس کی اصل کیا ہے۔ آپ جو فرماتے ہیں۔ کہ حدیث استحسان کی مولوی عبدالسلام صاحب مبارکپوری سلمہ کی تفسیر کا ملاحظہ کریں۔ آپ اسکی تفسیر کرنے کو کیوں گوارا کرتے ہیں بہت اچھا۔ ولکن لیطمئن قلبی میں نہ علماء شریعت کی جناب میں بے ادب ہوں۔ نہ صوفیاء کرام کی خدمت میں گستاخ۔

مولوی صاحب سلمہ فرماتے ہیں۔ علماء حنفیہ نے قرآن وحدیث سے استخراج کیا، مسائل کے قاعدے مرتب کئے

الی آخرہ۔

صوفیاء کرام نے کیا کیا؟ نواب صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ارباب اشارات واصحاب حقیقت نے اپنی نگاہ علیحدہ دوڑائی۔ اور ان پر جو الفاظ ومعانی ودقائق کتاب عزیز کے کھلے۔ انہوں نے اسکو بعلم تعبیر کر اصطلاحات فنا وبقاء، وحضور وخوف، ہیبت وانس، وحشت و قبض وبسط وغیرہا کو قائم کیا"۔

مولوی صاحب سلمہ نے ایک بڑا بھاری سوال مجھ پر وارد فرمایا ہے۔ کہ صوفیوں کے اقوال سے اخبار کے بے شمار کالموں کو سیاہ کرنا اور ناظرین کی سمع خراشی اور تضییع اوقات کا آپکو کیا حق ہے۔ جی حضرت مولوی صاحب یہ سوال آپکا علامہ اڈیٹر سے ہے۔ یا مجھ سے پوچھ لیجئے۔ کہ انہوں نے اخبار کے قیمتی کالم کیوں سیاہ کئے۔ اللہ اکبر اس غیض وغضب کی کوئی حد ہے۔ ہو تو بغیض کہوں۔ یا کیا؟

مولوی صاحب یہ سخت کلامی شان علماء سے بہت بعید ہے۔ جب اخبار کا اصول ہو۔ کہ جو مضمون پسند ہوگا درج نہ کیا جاویگا۔ تو پھر آپکا خفا ہونا کیا معنے رکھتا ہے مضمون میں کسی جگہ آپنے سخت کلامی فرمائی ہے۔ یہ تہذیب علماء نہیں۔ اچھا صاحب اب ہم آپ کا تعاقب نہ کرینگے اب ہم بحث تصوف کو تا انطباع رسالہ زیر تصنیف بند کرتے ہیں۔ میرے عزیز مولوی جمال الدین صاحب سلمہ آپنے ایک کسی کی آڑ میں کیوں غبار دل نکالا۔ مجھ سے پردہ کیوں؟ صوفی کا لقب آپکا عطیہ منظور رہے۔ یہ تو فرمائیے۔ اہلحدیث وہابی کے لقب سے کیوں چڑھتے ہیں۔ وعلیکم السلام

ابو مسلم کان اللہ لہٗ

کل جدید لذیذ

بخدمت شریف علامہ ابو الوفا صاحب زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ایک بزرگ کا قول ہے۔ کہ تصوف کی ابتدا حضرت ادریس علیہ السلام کے صاحبزادوں سے ہے جن کے نام ہیں:۔ سراغ۔ نیوث۔ نیوق۔ وتنر۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ تصور شیخ کی تعلیم ابلیس نے کی ہے۔ کہ اس نے معتقدین فرزندان صالحین حضرت کو پہلے تصویر کی تعلیم کی۔ بعد کو ان کے نام کے بت بنانا اور ان کے وسیلہ سے نوبت حل کرنا سکھلایا۔ پھر ان لوگوں کے بعد طاغوت پرستی سکھلائی کیا کسی تفسیر یا تاریخ سے اسکا پتہ چلتا ہے؟ ابو سلیم

مؤلف۔ میری نگاہ میں نہیں۔ ابو الوفا

صوفیوں کا علم ظاہر وعلم باطن

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معرفت بنی آدم کی اصلاح کے واسطے شریعت نازل فرمائی۔ وحی قطعی ویقینی ہے۔ اس میں سہو وخطا کو مطلق دخل نہیں۔ اکثر صوفیہ علم شرع کو تحقیر کے ساتھ "علم ظاہری" اور حجاب اکبر کہا کرتے ہیں ابو یزید صوفی محدثین کی نسبت فرماتے ہیں۔ مساکین اخذوا علمھم میتا عن میت واخذنا علمنا من الحی الذی لا یموت۔ یعنے مسکینوں (محدثین) نے مرے ہوؤں کا علم مرے ہوؤں سے لیا ہے۔ اور ہم نے حی لایموت (اللہ تعالیٰ) سے علم حاصل کیا اور ایک فقیہ سے اسطرح فرمایا۔ فعلمک من لسان التعلیم وعلمی من اللہ الہام من عندہ یعنے تمہارا علم تو بذریعہ لسان تعلیم کے منقول ہے۔ اور میرا علم اللہ کی طرف سے الہام ہے۔ اور یہ شعر پڑھتے ہیں

اذا طالبونی بعلم الورق
برزت علیھم بعلم الخرق

یعنے جب مجھ سے لوگ کتابی علم کے بارہ میں درخواست کرتے ہیں۔ تو میں انکو خرق اور کرامت کا علم سکھاتا ہوں

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے صوفیوں کی کیفیت اسطرح ارقام فرمائی ہے۔ ومن الصوفیۃ من ذم العلماء ورأی ان الاشتغال بالعلم بطالۃ وقالوا نحن علومنا بلا واسطۃ۔ یعنے صوفیہ میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں۔ جو علماء کی مذمت کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ علم میں مشغول ہونا بطالت ہے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہمارے علوم بلا واسطہ ہیں۔ اور ابو نصر طوسی نے کہا۔ اعلم ان مثل اهل التصوف

AsliAhleSunnet.com

الی العلوم الالہامیۃ دون التعلیم و لذالک لم یحرصوا علی دراسۃ العلم و تحصیل ما صنفہ المصنفون - یعنے اہل تصوف کی رغبت علوم الہام کی طرف ہوتی ہے۔ علوم تعلیمی کی جانب نہیں ہوتی - اسی لیے صوفیہ علم کے درس لینے اور مصنفوں کی تصنیفات حاصل کرنے کے حریص نہیں ہوتے - یہاں تک کہ کتب دینی کو فضول و بیکار خیال کر کے دریا برد کر دیا وہ بھی عام صوفیوں نے نہیں - بلکہ اکابر صوفیہ جیسے احمد بن الحواری - ابو الحسین بن النخال - شبلی وغیرہم - اور علوم دین سے ناواقفی کی بھی اونکی حد نہ رہی - چنانچہ ابو تراب نخشبی نے امام احمد حنبل رح کو راویوں پر جرح کرتے دیکھا - تو کیا فرماتے ہیں۔ یا شیخ لا تغتب العلماء - یعنے اے شیخ علماء کی غیبت نہ کرو - اس کے جواب میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ویحک ھذا نصیحۃ لیس ھذا غیبۃ - یعنے تم پر افسوس - یہ خیر خواہی ہے - غیبت نہیں ہے - اور یوسف ابن الحسین رازی نے عبد الرحمن ابن ابی حاتم کی کتاب جرح و تعدیل کی نسبت دریافت کیا - کہ جرح و تعدیل کسکو کہتے ہیں جب بتایا - تو کہا - مجھے تم پر شرم آتی ہے - یہ قوم سو دو سو سال سے جنت میں ہے - اور تم دنیا میں اونکی غیبت کرتے ہو اب علماء اس قوم کی نسبت کیا فرماتے ہیں جو علم دین کا تحقیر سے " علم ظاہری " نام رکھے - حجاب اکبر و لبطالت اور مردوں کا علم مردوں سے حاصل شدہ کہے - علماء اور شریعت کی مذمت کرے - اور دینی کتب کو فضول سمجھکر دریا برد کر دے - بیدوا و توجروا - اور باوجود ان تمام باتوں کے وہ اور اون کے حامی کہیں - کہ شریعت سے باہر نہیں انا للہ و انا الیہ راجعون

الہام

صوفیوں کا علم باطن جو بلا وساطت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیدا حی لا یموت سے انکو حاصل ہے - وہ بقول ابو یزید " الہام " ہے - الہام کیا ہے ؟ خیالات و خطرات اچھے اور برُوں کا مجموعہ ہے - فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا - اسپر شاہد ہے - کتاب و سنت کے علماء باعمل کے دل میں اکثر نیک خیال پڑتا ہے - جو اکثر صحیح ہوتا ہے - لیکن الہام قطعی اور یقینی نہیں ہے - بشیطانی وسوسہ کا بھی احتمال رہتا ہے - مگر عالم دین کتاب و سنت کے محک سے جانچ لیتے ہیں - لہذا بچ جاتے ہیں - بخلاف اس کے جاہل علوم دین بلکہ مدعی و محقر و دشمن شرع ہیں - اور اولیاء الشیطان ہیں - اونکو اکثر القاء شیطانی ہوتا ہے - چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے - وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِھِمْ یعنے شیطان اپنے دوستوں کے دل میں وحی کرتے ہیں - اور بے علمی کی وجہ سے وسوسوں میں پڑے رہتے ہیں - انہی وساوس کو علم باطن کہکر شریعت پر اسکو ترجیح دیتے ہیں - اسی کو دلیل و حجت کہتے ہیں - اسی پر ان کے مذہب کی بنیاد ہے - اور محدثین جہاں حدثنی الی عن جدی کہتے ہیں اس کے مقابل یہ حدثنی قلبی عن ربی کہتے ہیں یعنے مجھ سے میرے دل نے بیان کیا - کہ اللہ تعالے فرماتا ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ لوگ مستغنی ہیں - اور اپنی تصانیف میں جابجا قال بعض المکاشفین لکھا کرتے ہیں

ج - ن از پشاور

نعتیہ اشعار

یعنے وہ اشعار جو شیخ نور الٰہی صاحب رئیس دہلی نے جلسہ شاہی اہلحدیث کانفرنس منعقدہ دہلی میں پڑھے -

جہاں میں غلغلہ ہے جود و احسانِ محمدؐ کا
ملائک میں ہے چرچا شوکت و شانِ محمدؐ کا
مخالف سر کو پیٹیں یا منافق ایڑیاں رگڑیں
مگر ہے بول بالا حکم و فرمانِ محمدؐ کا
ہوئے سامان کیا کیا ایک بے سامان کی خاطر
خدا خود میر ساماں ہے جو سامانِ محمدؐ کا
سبھی شراُن کے سنکر آئے تھے خود حضرت عیسے
تماشہ دیکھ لو اے منکر و شانِ محمدؐ کا
گرو و مشرکیں مذہب کی جان توحید کو سمجھا
اثر آخر پڑا اس پر بھی فیضانِ محمدؐ کا
کہاں وید اور کہاں توحید سب کہنے کی باتیں ہیں
چڑھا ہے رنگ اسپر بھی یہ فرمانِ محمدؐ کا
جو دل ہے پاک مثل آئینہ ساری کدورت سے
یقیناً شیفتہ ہوگا وہ ہر آنِ محمدؐ کا
پرستش غیر معبودوں کی چھوڑی بت پرستوں نے
نتیجہ ہے فقط کارِ نمایانِ محمدؐ کا
پڑے گا دشمنوں کی بدزبانی کا اثر الٹا
خدا نام مبارک ہے نگہبانِ محمدؐ کا
علاوہ دین کی دولت کے دنیا پر نظر ڈالو
لقب سلطان ہے اکثر غلامانِ محمدؐ کا
یہ ہیچ ہے خاک کو ہے عالم بالا سے کیا نسبت
نمونہ میں دکھاؤں آپکو شانِ محمدؐ کا
وہاں روح القدس ایک جزء خدا کے جسم کا ٹھہرا
یہاں روح الامیں ہے نام دربانِ محمدؐ کا
مخالف مثل اس کے کیا بتاتے کیا بتائیں گے
یہ تازہ معجزہ ہر دم ہے قرآنِ محمدؐ کا
نظر آئی جہاں ہے حضرت ابراہیم کی ملت
وہ ہر ایک آشیانہ ہے فدایانِ محمدؐ کا
بکے انصار کے ہاتھوں کے اپنے حضرت عیسے
خزانہ وقف تھا حضرت پہ یارانِ محمدؐ کا
کلیم اللہ ہوئے شرمندہ اپنی قوم کے آگے
ہر اک جا سر رہا اونچا غلامانِ محمدؐ کا
اڑی رکھتا نہیں اللہ مگر یہ دشمن کے بچو ہیں
خدا غمخوار ہے خود غمگسارانِ محمدؐ کا
سوا نیزے پہ ہو گر آفتاب حشر کیا ڈر ہے
ہمیں کافی ہے سایہ صرف دامانِ محمدؐ کا
کمال اپنے کمالے کا دکھائے جس کا جی چاہے
یہ دنگل ہے خدائی پہلوانانِ محمدؐ کا
منور ہو گیا ظلمت کدہ نور الٰہی سے
جہاں پر تو پڑا بس نور ایمانِ محمدؐ کا

علم الفقہ - نام سے ظاہر ہے - قیمت ۲/
جہاد وید - ویدوں اور شاستروں سے جہاد کا ثبوت ۳/
شریعت و طریقت - ہر دو کا بیان - - - ۱/
سرکوب بدعت - بدعات کی تردید ۱/
مینجر

AsliAhleSunnet.com

مسلمان

ہفتہ وار اخبار

امرتسر

آجکل اسلام پر جو ہر چہار طرف سے حملے ہو رہے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔ عیسائی۔ ہندو۔ آریہ اور دیگر قومیں جس طرح اسلام پر نئے نئے اعتراض کرتی ہیں وہ سب کو معلوم ہیں اسلئے بہت ضروری ہے کہ مسلمانوں کیطرف سے اُن حملات کے باقاعدہ جوابات دئے جائیں۔ اسی غرض کیلئے یہ اخبار (مسلمان) جاری ہوا ہے جو ہفتہ وار ہر منگل کو امرتسر سے خاکسار کے اہتمام سے ۲۲×۱۸ کے ۱۲ بڑے صفحوں پر شائع ہوتا ہے اسمیں اسلام کی خوبیوں کا اظہار اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کے معقول جوابات دئے جاتے ہیں پس اسلام کی بہی خواہوں سے امید ہے کہ اس اخبار کی دل سے قدر کرکے بہت جلد خریداری کی درخواست بھیجینگے قیمت سالانہ عہ نمونہ کا پرچہ دو پیسے کے ٹکٹ آنے پر بھیجا جاتا ہے۔

المشتہر

ابو الوفا ثناء اللہ (مولوی فاضل)، مالک اخبار "مسلمان"
امرتسر

اہلحدیث

ہفتہ وار اخبار

امرتسر

یہ اخبار کیا ہے؟ مجمع البحرین ہے یعنی دین و دنیا کا مجموعہ۔ ۱۸×۲۲ کے ۱۶ بڑے صفحوں پر ہفتہ وار ہر جمعہ کو امرتسر سے شائع ہوتا ہے جسمیں ملکی۔ مذہبی۔ اخلاقی اور تاریخی مضامین چھپنے کے علاوہ متفرق سوال وجواب۔ دینی فتوے اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات وغیرہ درج ہوتے ہیں۔ اور ایک دو صفحوں پر دنیا کی چیدہ چیدہ خبریں بھی درج ہوتی ہیں۔ غرض یہ اخبار توحید وسنت کا حامی۔ شرک وبدعت کا دشمن۔ مخالفین کے سامنے ڈھال کا کام دینے والا اور دنیا بھر کی چیدہ چیدہ خبریں بتلانے والا ہے۔

قیمت سالانہ تین روپے۔ نمونہ کا پرچہ دو پیسے کا ٹکٹ آنے پر بھیجا جاتا ہے۔

المشتہر

ابو الوفا ثناء اللہ (مولوی فاضل)، مالک اخبار اہلحدیث امرتسر
پنجاب

AsliAhleSunnet.com

آریہ کیا کھائیں گے؟

آریوں کو کھانے میں بڑی دقت ہے۔ منوجی فرماتے ہیں:۔

بدمست۔ غصہ ور۔ آتر۔ انہوں کے ان کو اور جس ان میں بال یا کیڑا پڑا ہو اور جوان قصداً پاؤں سے چھوا گیا ہو۔ ان سب کو بھوجن نہ کرے منو سمرتی ۴ ادھیائے شلوک ۲۰۷

حمل گرانے والی عورت اور حیض والی عورت کا چھوا ہوا۔ اور جانوروں کی چونچ سے پھوڑا ہوا اور کتے کا چھوا ہوا ان نہ کھائے۔ شلوک ۲۰۸

اور سنئے:۔

گو کا سونگھا ہوا گیہوں وغیرہ میں وہ ان جو آواز بلند سے پکار کر کہ کون بھوجن کریگا۔ دیا گیا ہو۔ اور جماعت کا ان اور بیسوا اور نار لوالف کا ان ان سب اناجوں کی پنڈت لوگ نندا کرتے ہیں۔ شلوک ۲۰۹

اور سنئے:۔

چور گانے والا۔ بڑھئی۔ بیاج سے جینے والا جس کی دیکشا میں ابھی سماپت نہیں ہوئی۔ بخیل۔ قیدی۔ پابجولاں شلوک ۲۱۰

اور سنئے:۔

عیب دار یعنے بدخصلت آدمی۔ مخنث۔ دھوکہ باز۔ حکیم کا ان اور باسی یعنے وہ ان جو بغیر کسی ترشی کے لائق کھانے کا ہو جائے۔ اور شودر کا جھوٹھا نہ کھانا چاہئے۔ شلوک ۲۱۱

اور سنئے:۔

حکیم۔ شکاری۔ مصیبت زدہ۔ ظالم۔ بے رحم۔ جوٹھا کھانے والا۔ بخت ہضم نہ ہونے کے لائق۔ اور زچہ خانہ میں بنا ہوا بھوجن نہ کھانا چاہئے۔ اور جہاں ایک قطار میں لوگ کھاتے ہوں۔ اور کوئی آدمی حقارت کے واسطے ان میں سے اٹھکر (کُرلا) کرنے لگے۔ تو بھی نہ کھائے شلوک ۲۱۲

اور سنئے:۔

ان وہ جسے فضیم آدمی کو حقیر سمجھ کر دیا جاوے۔ وہ منتر پڑھ کر جو الگ ہو۔ جو بھی ہو اور وہ ان جو آپ کو کھلائی ہو اور وہ ان کہ درد کی (جس پر چھینک پڑی ہو) نہ کھایا جاوے (شلوک ۲۱۳)

اور سنئے:۔

چغلخور۔ جگیہ کر کے پھر اسکو بیچنے والا۔ نٹ۔ درزی احسان نہ ماننے والا۔ شلوک ۲۱۴

لوہار۔ نکھاؤ۔ نٹ ہو اور گانے والے کے ان دونوں کے پیشہ سے اوقات بسر کرنے والا۔ اور سنار بسکھور۔ ہتھیار بیچنے والا شلوک ۲۱۵

اور سنئے:۔

کتوں سے کھیل کود کر اوقات بسر کرنیوالا۔ کلوار دھوبی۔ رنگریز۔ جلاد۔ جس عورت کے گھر میں دوسرا شوہر ہو۔ شلوک ۲۱۶

اور سنئے۔

جو دوسرا شوہر ہونے سے راضی رہتے ہوں۔ جو عورت سے مغلوب ہوں جس کی موت کا دسواں نہ ہوا ہو وہ ان اور جوان آسودگی نہیں بخشتا۔ یہ سب ان بھوجن نہ کرنا۔ شلوک ۲۱۷

راجہ۔ شودر۔ سنار۔ چمار۔ ان لوگوں کا ان حسب ترتیب سلسلہ۔ تیج۔ برہم تیج۔ عمر۔ نیکنامی کو ناش کرتا ہے۔ شلوک ۲۱۸

اور سنئے:۔

دال بنانے والا۔ دھوبی۔ ان دونوں کا ان حسب سلسلہ اولاد۔ طاقت کو کھوتا ہے۔ اور جماعت اور بیسوا کا ان اس سوا گ لوک کو کھوتا ہے جو کرموں سے ملنے والا ہو۔ شلوک ۲۱۹

اور سنئے:۔

علاج کرانیوالا۔ زناکار۔ بیاج سے اوقات بسر کرنے والا۔ ہتھیار بیچنے والا۔ ہوں کا ان حسب سلسلہ پیپ۔ بیج۔ لہو۔ گنہگار کے برابر ہے۔ شلوک ۲۲۲

جتنے ان کھانے کے لائق نہیں ہیں۔ وہ سب حسب مقصد بالا کھال اور ہڈی۔ اور بال کے برابر ہیں شلوک ۲۲۱

اور سنئے۔

شودر کا پکایا ہوا کھانا نہ کھانا چاہئے شلوک ۲۲۳

کنجوس کے ان کو بہت برا بتلاتے ہیں شلوک ۲۲۵

خاکسار۔ ناظرین تسلیم۔ مزاج شریف۔ آپ صاحبان کو تحریر مذکور کا خلاصہ سناتا ہوں کہ منوجی کے خیال میں کس قوم۔ اور فرقہ کے ان کھانے کی ممانعت ہے ملاحظہ کیجئے۔

بڑھئی۔ شودر۔ نٹ۔ درزی۔ لوہار۔ بسکھور۔ کلوار۔ دھوبی۔ رنگریز۔ راجہ۔ سنار۔ چمار۔ اب وہ صورت دیکھئے جن کے ان چھوئے ہوئے کو نہ کھانا چاہئے۔

بدمست۔ غصہ ور۔ آتر۔ حمل گرانے والی عورت حیض والی عورت۔ وہ عورتیں جو دوسرا شوہر رکھتی ہوں۔ اب اس حیثیت کو ملاحظہ کیجئے جو صراحت مذکور میں شامل ہیں۔ اور وہ خلاصہ کی منتظر ہیں جن کی صورت میں ان لوگوں کا ان کھانا ہرگز جائز نہیں۔

وہ ان جو پاؤں سے چھوا گیا۔ جانوروں کی چونچ کا پھوڑا ہوا۔ گو کا سونگھا ہوا۔ بخیل۔ قیدی۔ پابجولاں عیب دار۔ بدخصلت۔ مخنث۔ دھوکہ باز۔ حکیم شکاری۔ مصیبت زدہ۔ بے رحم۔ جوٹھا کھانیوالا جس پر چھینک پڑی ہو۔ چغلخور۔ احسان نہ ماننے والا۔ جو عورت سے مغلوب ہو۔ علاج کرنے والا زناکار۔ بیاج سے اوقات بسر کرنے والا۔ کنجوس شودر کا پکایا ہوا۔

پس ثابت ہو گیا۔ کہ کس کس کا ان چھوا ہوا اور کیسا اور کیسے افعال والے کا ان کھانا جائز نہیں۔ حالانکہ میں نے اپنے خلاصہ میں بہت اشکال دیدہ و دانستہ منو کی تحریر میں سے ترک کر دی ہیں۔ مگر اس پر بھی بیالیس نمبر برآمد ہوئے ہیں۔ جو کہ صرف اسی واسطے ہیں۔ کہ اگر کوئی آریہ کسی کے یہاں کھانا کھائے۔ تو ان نمبروں کی تحقیقات ضرور کر لیا کرے

غرضیکہ منوجی مہاراج کے مذکورہ بالا قواعد کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ نہ کوئی آریہ کسی کا ان کھا سکتا ہے۔ نہ کھلا سکتا ہے۔ نہ منو کے قواعد پر کسی سے عمل ہو سکتا ہے۔ دوست۔ سافر کچھ تو جواب دو۔

سے الجھ لکھتے انہیں اندوہ دھن کا کاغذ کب وہ پڑھتے ہیں کسی سوختہ تن کا کاغذ

(منشی محمد داؤد خاں از نبیل)

AsliAhleSunnet.com

پرمیشور

قرآن مجید میں ہے ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ (تحقیق اللہ تعالےٰ دوست رکھتا ہے۔ اُن لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں) منزل ہفتم۔ سیپارہ بیست وہشتم۔ سورہ الصّفت آیت ۴۔

ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۰۷ میں سوامی دیانند اوپر کی آیت پر اسطرح اعتراض کرتے ہیں:۔

واہ ٹھیک ہے۔ ایسی ایسی باتوں کی ہدایت کر کے بیچارے ملک عرب کے باشندوں کو سب سے لڑا کے دشمن بنا کے باہم تکلیف دلائی۔ اور مذہب کا جھنڈا بلند کر کے لڑائی پھیلائی۔ ایسے کو کوئی عقلمند خدا کبھی نہیں مان سکتا جو قوم میں فساد بڑھاوے۔ وہی سب کو تکلیف دہ ہوتا ہے ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۰۷

خاکسار۔ یہ کہ سوامی دیانند نے جو آیت مذکورہ بالا کے معنے تحریر کئے ہیں۔ وہ کسی قدر غلط ہیں۔ مگر ہم اون غلط معنی کو ہی تسلیم کر کے آریہ سماج کو قایل کرتے ہیں۔ کہ آپکا پرمیشور جگہ جگہ ویدوں اور شاستروں اور منوسمرتی میں لڑنے اور فساد بڑھانے کی تعلیم دیتا ہے۔ لہذا ایسی حالت میں اسلام کے خدا کو عقلمند نہ کہنا کس درجہ کی لیاقت ہے۔

لہذا کل ناظرین غور کریں۔ کہ پرمیشور کیسے لڑائی جھگڑا بڑھانے کو اور کرنے کو کہتا ہے۔

"اے دشمنوں کے مارنے والے اصول جنگ میں ماہر۔ بیخوف و ہراس۔ پُر جاہ و جلال عزیز و اور جوانمردو۔۔۔ لڑائی کا سرانجام کرو۔۔۔ اپنی شجاعت سے دشمنوں کو تہ تیغ کرو۔۔۔ راتھرو وید کانڈ ۶ انوواک ۱۰ ورگ ۹۷ منتر ۳۔

تم دشمنوں کی فوج کو ہزیمت دیکر انہیں روگردان و پسپا کرو۔ تمہاری فوج جرار و کارگذار اور نامی گرامی ہو۔۔۔ رگوید اشٹک ۱ ادھیائے ۳۔ ورگ ۱۸۔ منتر ۲۔

اور دیکھو یجروید ۱/۲۶ و ۱/۲۸ و ۲/۱۵ و ۳/۴۴ و ۸/۲۳ و ۷/۳۷ و ۸/۳۳ و ۸/۳۴ و ۸/۳۵ و ۸/۳۹ و ۸/۴۴ و ۸/۵۳ و ۹/۹ و ۹۱/۱۳ : ۹/۱۵ و ۹/۱۹ و ۹/۳۷ و ۱۱/۱۵ و ۱۱/۷۷ و ۳/۹ و ۱۳/۳۶ و ۱۳/۴۸ و ۱۵/۲ و ۱۶/۳ و ۱۶/۹ و ۱۶/۱۰ و ۱۶/۱۱ و ۱۶/۱۳ و ۱۶/۱۵ و ۱۶/۵۳ و ۱۶/۳۴ و ۱۶/۳۵ و ۱۶/۳۹ و ۱۶/۴۱ و ۱۶/۴۲ و ۱۶/۴۳ و ۱۶/۴۶ و ۱۶/۴۹ و ۱۶/۴۴ و ۱۶/۴۵

ایسا ہی رگوید کو دیکھیے ۴/۴ و ۸/۳ و ۸/۹ وغیرہ اور ملاحظہ کیجیے۔ منوسمرتی باب ۷ منتر ۸۹ و ۷/۱۹۱ و ۱۹۵ و ۷/۹۰ و ۷/۹۶ و ۹۷ اور غور کیجیے ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۹۹ دوئم اور دیکھیے کتاب مرتبہ مسٹر رامیش چندر دت۔ جن کا ترجمہ قدیم ہندوستان کی تہذیب کے نام سے شایع ہوا ہے صفحہ ۱ × ۱۰۳ ÷ ۳ وغیرہ

الغرض جسقدر حوالجات مذکور اور یہ رگوید۔ اتھروید یجروید۔ منوسمرتی۔ ترجمہ قدیم ہندوستان کا خاکسار نے تحریر کیا ہے۔ اس جملہ تعلیم میں پرمیشور نے لڑائی جھگڑا فساد اور عورت مردوں کو لڑنے مارنے مرنے کی بڑے زور شور سے تعلیم دی ہے پس ایسی حالت میں ثابت ہو گیا کہ اہل اسلام کے خدا سے آریہ سماج کا پرمیشور زیادہ کشت و خون اور جنگ و جدل کی تعلیم دے رہا ہے۔ پس جو اعتراض سوامی کا قرآن شریف کے خدا پر تھا۔ وہ ویدوں کے پرمیشور پر عارض ہو گیا۔ لہذا بقول سوامی دیانند ویدوں کا پرمیشور تکلیف دہ غیر ذی عقل اور فساد کا بڑھانے والا ہو گیا۔

اب آریہ سماجی۔ غور کریں۔ کہ یہ اعتراض اہل اسلام پر ہے۔ یا آریہ سماج پر۔ اب کہیں مسافر جی کس کا پرمیشور خدائی فوجدار ہے۔ دوست کچھ تو جواب دو۔ یا کہدو۔ کہ ہم جواب نہیں دے سکتے۔ میرے مضمون پر قلم اُٹھانے کی جرأت و ہمت کیوں نہیں ہوتی ہے۔ مہربان بڑا لطف حاصل ہو جبکہ آپ جیسے ضعیف العمر اور مجھ ایسے جوان کا سلسلہ مقابلہ شروع ہو۔ اور دیکھنے والے دیکھیں۔ کہ راستی کدہر ہے۔

خاکسار منشی محمد داؤد خان از سنبھل

مذاکرہ علمیہ

کھڑے ہوکر پانی پینا منع نہیں ہے

مسلم کی چند روایتوں سے اکثر دلیل کرتے ہیں۔ کہ کھڑے ہوکر پانی نہ پینا چاہیے۔ انس کی روایت میں زجر کا لفظ آیا ہے۔ اور ابوسعید کی روایت میں نھٰی۔ اور ابوہریرہ کی روایت میں ایک تو صیغہ نہی۔ لا یشربن وارد ہے۔ دوسرے اس میں فمن نسی فلیستقئ یعنے جو شخص بھولکر کھڑے ہوکر پانی پی لے وہ قے کردے۔ اور انس نے جب کھڑے ہوکر پانی پینے کی مخالفت کی حدیث بیان کی۔ تو اون سے کھڑے ہوکر کھانا کھانے کی بابت سوال کیا گیا انس نے جواب دیا۔ ذالک اشر و اخبث یعنے وہ اور بھی بُرا ہے۔ امام مسلم نے ان روایات کو جلد ثانی کتاب الاشربہ میں نقل کیا ہے۔

آئیے۔ اب ہم محض انہیں مخالفت والی حدیثوں کو دیکھیں۔ کہ سلف نے اسپر کیا بحث کی ہے۔ اور ان کی آپس میں کیا چہ میگوئیاں ہوئی ہیں۔ انس کے قول فالاکل اشر و اخبث۔ کا بہت زور سے خیال نہ کیا گیا۔ اس لئے کہ صحابہ کرام میں کھڑے کھانے اور پینے کا بہت رواج تھا۔ جیسا کہ ترمذی اور طبرانی اور بزار اور ابن شاہین اور ابن ابی حاتم وغیرہ میں ہے۔ اور ذیل میں اوسکا ذکر آتا ہے۔ اسی بنا پر بعض شیوخ نے کہا ہے۔ جسکو حافظ ابن حجر نقل کرتے ہیں۔ وتضمن حدیث انس الاکل ایضا ولا خلاف فی جواز الاکل قائما (فتح الباری ۲۳ پ) یعنے انس کی روایت تو کھڑے ہوکر کھانے کی مخالفت پر بھی شامل ہے حالانکہ کھڑے ہوکر کھانا کھانے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے انس کے اس قول کی ایسی مخالفت ہوئی۔ باقی رہی قے والی حدیث اس کے متعلق انہیں شیوخ نے فرمایا ہے کہ یہ جملہ فمن نسی فلیستقئ قول ابوہریرہ ہے۔ نہ قول نبوی جسکو حافظ ابن حجر نقل فرماتے ہیں۔ قال بعض الشیوخ الاظھر انہ موقوف علی ابی ھریرۃ یعنے یہ جملہ موقوف (قول صحابی) ہے اور اصول میں یہ

AsliAhleSunnet.com

موقوف ہو چکا ہے۔ کہ موقوف حجۃ نہیں۔ اسی بنا پر اہل علم نے اتفاق کیا۔ کہ کھڑے ہو کر پینے والا قے نہ کرے۔ جسکو قاضی عیاض نے نقل کیا ہے۔ لا خلاف بین اہل العلم فی ان من شرب قائما لیس علیہ ان یتقیأ۔ یعنے اہل علم (محدثین) کا اس امر میں اختلاف ہی نہیں ہے۔ کہ جو کھڑے ہو کر پیوے وہ قے نہ کرے۔ امام نووی اس قول کو شرح مسلم میں نقل کر کے بے طرح خفا ہوئے ہیں۔ (کیونکہ وہ قے کے امر کو امر نبوی جانکر استحباب پر محمول کرتے ہیں اور قول عیاض سے ان کے مذہب پر زد پڑتی ہے) فرماتے ہیں۔ کہ عیاض کے اس قول کی طرف التفات نہیں کیا جاویگا۔ وہ مجازفت ہے ایسا ہے ویسا ہے۔ اور بحکم اس باطل دعوے سے سنت صحیحہ کیونکر ترک کی جاویگی؟ وغیر ذلک۔ (نووی ص ۱۷۳ ج ۲) حافظ ابن حجر نے نووی کے اس قول کو فتح الباری میں نقل کر کے فرمایا۔ کہ امام نووی بے طرح آپے سے باہر ہو گئے۔ اونکو لائق تھا کہ قاضی عیاض نے جو ممانعت والی حدیثوں کی تضعیف کی ہے۔ اوس کا باقاعدہ جواب دیتے۔ کسی عالم کی دلیل کو اوسکو برا بھلا کہکر نظر انداز کر دینا انصاف کے طریق کے خلاف ہے۔ (فتح الباری ص ۶۳ ج ۱۰)
بیشک یہ بہت ٹھیک ہے۔ لیکن امام نووی نے جو امر قے کو استحبابی کہا۔ اور ممانعت کو تنزیہ پر محمول کیا ہے اس بنا پر بھی تو بعض اوقات سنت صحیحہ متروک ہو جاویگی؟ تعجب ہے۔ کہ امام نووی نے اسپر بھی غور نہ کیا۔ ورنہ انکو معلوم ہو جاتا۔ کہ یہ قے کا حکم محض قول ابوہریرہ ہے۔ حافظ ابن حجر نے قاضی عیاض کا بھی یہی قول نقل کیا ہے۔ والصحیح انہ موقوف انتہی۔ یعنے اصل یہی ہے کہ وہ جملہ (امر قے کا) موقوف (قول صحابی) ہے۔ مرفوع (قول نبی) نہیں ہے۔
قاضی عیاض نے ایک بات اور بھی عجیب کہی ہے کہ کیا وجہ ہے؟ کہ کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت کی حدیث کو صرف امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ امام بخاری نے روایت نہیں کیا۔ ضرور ہے۔ کہ اوس کی سند میں کچھ بات ہوگی۔ آخر معلوم ہو گیا۔ کہ مسلم کی روایت میں عنعنہ ہے۔ جو امام بخاری کے نزدیک بغیر ثبوت لقا کے معتبر نہیں ہے۔ یہی سبب ہے امام بخاری نے اسکی مخالفت میں باب منعقد کیا ہے۔ باب الشرب قائما باب تو عام ہے۔ لیکن اسکا استدلال آنحضرت صلعم کے وضوء کے بچے ہوئے پانی اور زمزم کے پانی کھڑے ہو کر پینے کی حدیثوں سے ہے جس سے ثابت ہوا۔ کہ امام بخاری کے نزدیک زمزم اور فضل وضوء کی قید اتفاقی ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ اور گو اس سے امام بخاری کا رجحان جواز شرب بحالت قیام کی طرف ثابت ہو گیا۔ لیکن اور محدثین کو یہ دقت ہوئی کہ ان ہر دو حدیثوں کے متعلق جو ایک دوسرے کی معارض ہیں۔ کیا کیا جاوے؟ ایک سے کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اور دوسری سے جواز اب اس میں تین مذاہب ہو گئے۔ (۱) ایک تو یہ کہ دونوں میں مطابقت دینی چاہیے۔ امام نووی نے یوں کہا۔ کہ بیٹھکر پینا افضل ہے۔ اور کھڑے ہو کر جائز۔ ابو الفرج ثقفی نے کہا۔ کہ جس قیام کی ممانعت ہے۔ اوس سے مراد مشی ہے۔ بدلیل قوله تعالى۔ الا ما دمت علیہ قائما ای مواظبا بالمشی علیہ (فتح الباری ص ۶۳) یعنے قیام سے مراد مشی ہے۔ مطلب یہ کہ چلتے پھرتے کھڑے ہو کر پینا منع ہے۔ اور ویسے جائز ہے۔ اس تاویل میں جس قدر تکلف سے کام لیا گیا ہے۔ ظاہر ہے۔ طحاوی نے کہا کہ ممانعت اوس شخص کے لئے ہے۔ جو بغیر بسم اللہ کہے پئے (یہ تاویل لاطائل ہے) اور خطابی اور ابن بطال نے کہا۔ کہ ممانعت تحریمی نہیں ہے۔ بلکہ تنزیہی ہے کھڑے ہو کر بھی پی سکتا ہے۔ اثرم اور طبری نے کہا۔ کہ ممانعت محمول ہے تادیب پر۔ یعنے کھڑے ہو کر پینا ادب کے خلاف ہے۔ کسی نے کہا۔ کہ ممانعت طبی قاعدہ سے ہے۔ یعنے کھڑے ہو کر پینے سے کلیجہ میں درد پیدا ہو جاتا ہے۔ (یہ بھی محض خیال ہے) کسی نے کہا۔ کہ کھڑے ہو کر پینا محض زمزم اور وضو کے بچے ہوئے پانی کے ساتھ مخصوص ہے۔ باقی وقتوں میں پینے کی چیزوں کو بیٹھکر پیوے۔ (یہ جب ہے کہ قید احترازی ہو۔ والامر لیس کذلک) غرض تاویل کے دروازہ کو وسیع کر کے جو جس کے جی میں آیا کہہ گیا حالانکہ ان میں ایک بھی قرین قیاس نہیں۔ اور صحابہ کرام خاصکر خلفاء راشدین کا تعامل اس کے صریح برخلاف ہے۔ یعنے وہ لوگ سب کھڑے ہو کر کھاتے اور پیتے تھے۔ سکا صحیح یہی (۲) دوسرا مذہب یہ ہے۔ کہ جواز شرب بحالت قیام کی حدیثیں زیادہ اور قوی اور اثبت ہیں۔ ممانعت کی حدیثوں سے۔ دیکھو ابوہریرہ ممانعت کی حدیث کے راوی ہیں۔ حالانکہ خود ابوہریرہ سے مروی ہے۔ قال لا باس بالشرب قائما (فتح الباری ص ۶۹ ج ۱۰) یعنے کھڑے ہو کر پینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور سنو۔ حضرت انس ممانعت کی حدیث کے راوی ہیں۔ اور کھڑے ہو کر کھانے کو اشد و اخبث کہتے ہیں حالانکہ ابن عمر بزار میں خود انہیں انس سے روایت ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں چلتے پھرتے کھاتے تھے۔ اور کھڑے ہو کر پیتے تھے۔ اس بنا پر محدث اثرم کہتے ہیں۔ فدلہ علی ان الروایۃ عنہ فی النہی لیست ثابتۃ (فتح الباری حوالہ مذکورہ) یعنے ثابت ہوا۔ کہ ان سے ممانعت کی حدیث ثابت نہیں لیکن یہ مذہب بھی قرین قیاس نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس سے صحیح مسلم کی صحت پر زد آتی ہے۔ (۳) تیسرا مذہب جو کہ قرین قیاس بلکہ صحیح اور نہایت صحیح ہے۔ یہ ہے کہ ممانعت کی حدیث منسوخ ہے۔ اور جواز کی روایت اوسکی ناسخ۔ اور یہی قول ہے اثرم و ابن شاہین وغیرہ کا۔ اور اسپر تعامل خلفاء راشدین و معظم صحابہ و تابعین کا قرینہ کافی موجود ہے۔ گو امام نووی اسے غلط ٹھہرایا کریں۔ کیونکہ بنا غلط اون کے نزدیک امکان جمع بین الاحادیث ہے۔ جو کسی طرح قرین قیاس نہیں ہے۔ صحابہ کرام میں کوئی بھی اس خیال کا نہیں پایا جاتا حالانکہ مخالف اس خیال کے بہت ہیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علاوہ زمزم اور وضو کے بچے ہوئے پانی کے کھڑے ہو کر پینے کے لٹکے ہوئے مشکیزہ سے کھڑے ہو کر پینا ثابت ہے۔ جیسا کہ جامع ترمذی میں بسند صحیح کبشہ سے مروی ہے۔ اور ابو موسے۔ اوسکو بسند حسن لاتے ہیں۔ اور ترمذی میں بسند صحیح وحسن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے مروی ہے۔ رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشرب قائما وقاعدا یعنے آپ کو میں نے کھڑے ہو کر بھی پیتے دیکھا ہے۔ اور بیٹھکر بھی۔ اب صحابہ کا تعامل سنئے۔ اوسی ترمذی میں

AsliAhleSunnet.com

سند صحیح ابن عمر سے۔ اور سعد بن ابی وقاص سے اور طبرانی
میں عبد اللہ بن انیس سے اور مسند بزار میں انس سے اور حضرت
عائشہ سے۔ اور ابن شاہین میں ام سلیم سے اور ابن ابی حاتم میں
ثابت عن ابیہ عن جدہ سے مروی ہے۔ کنا ناکل علی
عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نمشی
ونشرب ونحن قیام۔ یعنے ہم لوگ عہد نبوی میں چلنے کی حالت
میں کھاتے تھے۔ اور کھڑے ہوکر پیتے تھے۔ یہ تو عام صحابہ
کا حال تھا۔ اب خاص خلفاء راشدین کا واقعہ سنئے۔ موطا میں ہے
ان عمر وعثمان وعلیا کانوا یشربون قیاما۔
وکان سعد وعائشة لا یرون بذلك باسا
وثبت الشرب قائما عن عمر اخرجه الطبری۔ (فتح الباری
ج ۲۳) یعنے حضرت عمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم ہمیشہ کھڑے ہوکر پیتے تھے
اور حضرت سعد وحضرت عائشہ اس میں کچھ حرج نہ دیکھتے۔ حافظ
ابن حجر لکھتے ہیں۔ وثبتت الرخصة عن جماعة من
التابعین (فتح ۲۳ پ) یعنے تابعین کی بھی ایک جماعت سے
اسی بناء پر اثرم اور ابن شاہین وغیرہ نے کہا ہے۔ کہ احادیث
النهی علی تقدیر ثبوتها منسوخة باحادیث الجواز
بقرینة عمل الخلفاء الراشدین ومعظم الصحابة
والتابعین بالجواز انتهی (فتح الباری حوالہ مذکور) یعنے
ممانعت کی حدیثیں منسوخ ہیں جواز کی حدیثوں سے۔ اور اس پر
خلفاء راشدین ومعظم صحابہ وتابعین کا تعامل بہتر قرینہ ہے
میں کہتا ہوں۔ کہ بہتر قرینہ یہ ہے۔ کہ کھڑے ہوکر پینا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل ہے۔ فتح الباری میں ہے
احادیث الجواز متاخرة لما وقع منه صلعم فی
حجة الوداع انتهی۔ یعنے جواز کی حدیثیں متاخر ہیں۔ یہ
آنحضرت کے حجة الوداع کا واقعہ ہے۔ اسی بناء پر جمہور بھی
جواز کی طرف گئے ہیں۔ فذهب الجمهور الی الجواز
(فتح الباری) پس جس طرف خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی ذات بابرکات ہو اور خلفاء راشدین ومعظم صحابہ وتابعین
اور جمہور ہوں۔ تو دو چار بقیہ لوگوں کا قول کب حیز قبول میں
آسکتا ہے۔ فللہ الحمد

کھڑے ہوکر پیشاب کرنا بھی منع نہیں

اس لئے کہ اس کے ممانعت کی حدیثیں بھی خالی از کلام نہیں
ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔ ابن ماجہ میں ایک حدیث
جابر سے مروی ہے۔ نهی النبی صلعم ان یبول الرجل
قائما۔ یعنے آپ نے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے
اسکی اسناد میں عدی بن فضل متروک ہے جیسا کہ نیل الاوطار
میں ہے۔ لہذا یہ حدیث بوجہ ضعیف ہونے کے قابل احتجاج نہیں
دوسری روایت حضرت عائشہ کی جو جامع ترمذی ودارقطنی وابو
عوانہ وحاکم وغیرہ میں ہے غرائب ہیں۔ من حدثکم ان
رسول اللہ صلعم بال قائما فلا تصدقوه ما کان
یبول الا جالسا وفی روایة ما بال قائما منذ انزل
علیه القرآن۔ یعنے آنحضرت علیہ السلام نے کبھی کھڑے
ہوکر پیشاب نہیں کیا۔ جو کہے کہ کیا اوسکی تصدیق مت کرو
گو یہ حدیث صحیح ہے۔ لیکن اس سے بھی ممانعت نہیں ثابت
ہوسکتی۔ اس لئے کہ یہ حضرت عائشہ رض کا فہم ہے۔ صحیح بخاری
وغیرہ میں اس کے خلاف حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ
آنحضرت علیہ السلام نے سباطۂ قوم میں کھڑے ہوکر پیشاب
کیا ہے۔ یہ حضرت عائشہ کی عام نفی کے منافی ہے۔ اور بسند
صحیح اور کثیر ثابت ہے۔ اسی بناء پر حافظ ابن حجر نے لکھا
ہے۔ کہ حدیث عائشة مستند الی علمها فیحمل
علی ما وقع منه فی البیوت واما فی غیر البیوت
فلم تطلع هی علیه وقد حفظه حذیفة وهو
من کبار الصحابة انتهی (فتح الباری ۱۱ ج ۱)
یعنے حضرت عائشہ کا انکار عام اونکا اپنا علم ہے۔ جو گھر کے واقعہ
پر محمول ہوگا۔ (کہ آپ نے مکان میں کبھی کھڑے ہوکر پیشاب
نہیں کیا) اور مکان سے باہر کے حالات کی اطلاع حضرت
عائشہ کو نہیں ہوتی۔ حالانکہ حذیفہ کو جو کبار صحابہ سے ہیں
خوب یاد ہے۔ تیسری روایت ممانعت کی ترمذی میں حضرت
عمر کی ہے۔ کہ رآنی النبی صلعم وانا ابول قائما فقال
یا عمر لا تبل قائما فما بلت قائما بعد یعنے مجھے آنحضرت
صلعم نے کھڑے ہوکر پیشاب کرتے دیکھا۔ تو فرمایا۔ کھڑے
ہوکر پیشاب مت کر۔ پس میں نے اس کے بعد کبھی کھڑے
ہوکر پیشاب نہیں کیا۔ اس حدیث میں عبد الکریم بن ابی
المخارق ضعیف ہے۔ اسکو ایوب سختیانی نے ضعیف کہا ہے
اور اس میں کلام کیا ہے۔ خود ترمذی نے اس تضعیف کو
نقل کیا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت عمر کا بعد اس کے کھڑے
ہوکر پیشاب کرنا ثابت ہے۔ اور محض ثابت ہی نہیں۔
بلکہ حضرت عمر اوسکے موید بھی تھے۔ چنانچہ فرماتے۔ کہ اس کو
دُبر کی بڑی حفاظت ہوتی ہے۔ کما سیجئ۔ چہارم
حضرت عبد اللہ بن عمر سے منقول ہے عن ابن عمر
ما بلت قائما منذ اسلمت یعنے جب سے میں مسلمان ہوا
کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا۔ (کیونکہ جاہلیت میں
عرب برابر کھڑے کھڑے پیشاب کیا کرتے تھے) یہ بھی درست
نہیں۔ کیونکہ نووی وغیرہ میں عبد اللہ بن عمر کا کھڑے ہوکر
پیشاب کرنا ثابت ہے۔ کما سیجئ۔ پنجم ممانعت کی
حدیثوں میں ایک روایت مسند بزار کی پیش کی جاتی ہے
جو بریدہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔
ثلاث من الجفاء ان یبول الرجل قائما
یعنے کھڑے ہوکر پیشاب کرنا ظلم ہے۔ یہ روایت بھی صحیح
نہیں۔ امام شوکانی نے نیل الاوطار میں اسکو غیر محفوظ
لکھا ہے۔ علاوہ بریں اسکا رفع بھی صحیح نہیں بلکہ یہ موقوف
ہے۔ اور درحقیقت یہ قول عبد اللہ بن مسعود کا ہے جیسا
کہ نیل الاوطار میں ہے۔ وقال الترمذی وروی عن ... ابن
مسعود انه قال من الجفاء ان یبول الرجل
قائما الخ (ص ۱۸۶ ج ۱) یعنے کھڑے ہوکر پیشاب کرنا ظلم
ہے۔ یہ بھی بصیغہ تمریض (مجہول) مذکور ہے جس سے
اسکا ضعف ظاہر ہے۔ ان دلائل ضعیفہ وواہیہ کے علاوہ
اور کوئی صحیح دلیل ممانعت کی نہیں ہے۔ اسی بناء پر
حافظ ابن حجر نے تو یوں فرمایا ہے ولم یثبت عن
النبی صلعم فی النهی عنه شیئ (فتح ...)
یعنے آنحضرت سے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی ممانعت
میں کچھ ثابت نہیں ہے بلکہ بخلاف اس کے آپ نے کھڑے
ہوکر پیشاب کیا۔ جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں وارد ہے
اب اس کی توجیہ طرح طرح کی علماء وفقہاء سے کی گئی ہے
ترمذی نے ابو ہریرہ سے ایک روایت نقل کی۔ کہ
انما بال قائما لجرح۔ یعنے آپکو زخم تھا۔ اس لئے کھڑے
ہوکر پیشاب کیا۔ حافظ ابن حجر اسپر فرماتے ہیں لکن
ضعفه الدارقطنی والبیهقی۔ چلئے یہ توجیہ تو
غتر بود ہوگئی۔ امام شافعی واحمد نے کہا۔ کہ استشفاءً
آپ نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا۔ اس لئے کہ وجع صلب
کو اس سے شفا ہوتی ہے۔ اسی لئے عرب بھی کھڑے
ہوکر پیشاب کرتے۔ لیکن یہ موقوف ہے اس امر کے ثبوت
پر کہ آپکو اوسوقت وجع صلب کا مرض تھا۔ حالانکہ

AsliAhleSunnet.com

برکات اہلحدیث کانفرنس

(نوشتہ محمد سلیمان صاحب از مقام کوٹہ)

حضرات ناظرین! السلام علیکم۔ آپ خدائے عزوجل کا شکر ادا کیجئے۔ کہ اس نے ہماری جماعت میں مولینا ابوالوفا شیر پنجاب ایسے بیدار مغز زندہ دل پیدا کئے۔ کہ جن کے وجود سے آج قوم کی بیداری ظہور میں آئی۔ ورنہ ہر ایک جگہ کی جماعت خواب غفلت میں بیہوش تھی۔ اور ایک جگہ کی جماعت دوسری جماعت سے بالکل ناآشنا اور بیخبر تھی۔ مگر اب سب باخبر اور آشنا ہو گئیں۔ اور رشتہ الفت سے پیوست ہو کر مسرور ہو گئیں۔ اور ترقی کے معراج پر پہنچنے لگیں

اہلحدیث کانفرنس کیسی مبارک اور مفید انجمن قائم ہوئی۔ اور تمام افراد اہلحدیث کی مذہبی انجمن قرار پائی۔ اور اپنے گم گشتہ افراد کو ایک شیرازہ میں لائی۔ اور اشاعت سنت جیسا زبردست کام اپنے ذمہ لیا۔ اور غربا اہلحدیث کو مقامات میں اور یتامے و مساکین کی تعلیم میں و تعمیر مساجد وغیرہ کی امداد پر کمربستہ ہوئی۔ اور تالیف و تصنیف جیسا مبارک کام اپنے اوپر لیا۔ غرضیکہ اس نے ایسے ایسے اہم کام اپنے اوپر لئے ہوئے ہیں۔ کہ دیگر انجمنہائے قدیم اہل اسلام بھی انجام دینے سے قاصر رہے ہیں۔ مگر یہ ننھی عمر کی ابتک باوجود مالی حالت کمزور ہونے کے بڑی مستعدی و سرگرمی سے انجام دے رہی ہے۔ کہ جس کے اوصاف احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ جو محتاج بیان و تعریف نہیں۔

اسی کانفرنس کی بدولت ہمارے شہر کوٹہ میں جناب کرم بزرگ جناب حضرت مولینا حکیم عبید الرحمان صاحب سفیر تشریف فرما ہوئے۔ پھر کیا تھا۔ جو حق حق بیانی کا تھا بخوبی ادا کیا۔ پہلا وعظ خاکسار کے غریب خانہ پر تھا (خاکسار کا غریب خانہ بھی اپنے رنگ کا اکیلا تن تنہا بیچ مسجد بارہ بستی اہل احناف میں واقع ہے)

مکرم مولینا موصوف نے قرآن و حدیث سے شرک و بدعت و قبر پرستی و تعزیہ پرستی وغیرہ کی خوب ہی دل کھول کر تردید فرمائی۔ اور تقلید کی خرابیاں بتا کر تقلید کی دیوار کو توڑنے اور قرآن و حدیث پر عامل بننے کی کافی ترغیب فرمائی۔ اور حسن تقریر سے تقلید کی ملازمت اور نزاع کی حالت میں سب جھگڑوں کو چھوڑنے اور قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنے اور فیصلہ کرانے کی ہدایت فرمائی۔ اور اسی کو صراط مستقیم ثابت کر دکھایا۔ غرضکہ۔ مولینا کے مواعظ حسنہ نے یہانتک اثر دکھلایا کہ مخالفین بھی سنکر دنگ ہو گئے۔ اور لفظ تحسین و آفریں زبان پر لائے۔ بعض منصف احناف نے یہانتک کہدیا۔ کہ ایسا وعظ آج تک ہم نے نہیں سنا تھا۔ مگر بعض متعصبین احناف آتش حسد میں جلکر خاکستر ہو گئے۔ اور اسی جوش میں صبح خاکسار کے اخوی المکرم منشی محمد یوسف صاحب کو اطلاع کرائی کہ ہم لوگ آپ کے مکان پر آکر مولوی صاحب سے کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ (کیونکہ مولینا صاحب اپنی کریمانہ نوازش سے خاکسار کے غریب خانہ پر ہی قیام فرما تھے) بھائی صاحب نے بخوشی منظور کیا۔ اور ہدایت کی۔ کہ ضرور اور بہت جلد تشریف لاویں۔ اور اپنے شکوک کو رفع کریں۔ چنانچہ مسجد مومنان (جسکا مقدمہ ۲۰۔ مئی ۲۱ء کو بحکم خاص سے بحق اہلحدیث فیصلہ ہوا ہے) کا پیش امام آیا۔ اور چند اشخاص کو اپنے ہمراہ لایا۔ اور عیدین کی رفع یدین پر سوال کرنے لگا۔ کہ آپ کے یہاں واجب ہے یا سنت۔ یا مستحب۔ مولینا نے جواب دیا۔ کہ ہمارے یہاں کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ یہ رفع یدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اس لئے اس کا حدیث صحیح میں پتہ نہیں۔

اگر تمہارے پاس اسکی کوئی حدیث صحیح ہو۔ تو ہمیں بتلاؤ ہم اوسپر عمل کرینگے۔ کیونکہ ہمارا تو یہ مذہب ہی ہے پیش امام نے ذرا جھنجھلا کر کہا۔ کہ یہ قدوری میں لکھا ہے۔ اور حاشیہ پر بھی تحریر ہے۔ مولانا صاحب نے فرمایا۔ کہ کیا یہ حدیث ہے؟ جواب میں پیش امام کہنے لگا کہ حدیث نہیں تو کیا ہے؟ مولانا نے فرمایا۔ اس کے راوی کہاں ہیں؟ تو پیش امام صاحب نے کہا۔ کہ دوسری قدوری میں ہے۔ دوسری قدوری میں ہے۔ دوسری قدوری منگوائی گئی۔ تو اوس میں بھی وہی بات۔ پھر کیا تھا۔ کہ پیش امام کو اول ہی سوال میں نادم ہونا پڑا۔ پھر مولانا صاحب فرمانے لگے۔ کہ جب سے یہ قدوری تصنیف ہوئی ہے آج ایک بچے تک کسی نے قدوری میں حدیث نقل نہیں کی۔ پھر امام صاحب کے ہمراہیوں نے آمین بالجہر کی بحث شروع کرا دی۔

. . . .

. . . . چنانچہ پیش امام صاحب کہنے لگے۔ کہ یہ تو ہم مانتے ہیں۔ کہ آمین بالجہر اور بالخفاء دونوں جائز ہیں۔ مگر ایسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں۔ کہ جس میں آمین بالجہر کی تاکید فرمائی گئی ہو۔ مولانا صاحب نے فرمایا۔ کہ موجود ہے اسی وقت حدیث بروایت حضرت ابن عباسؓ پیش کی۔ پھر تو پیش امام صاحب کو سوائے تسلیم کرنے کے اور چارہ نہ رہا۔ جب دیگر مقلدین نے دیکھا۔ کہ ہمارے پیش امام نے آمین بالجہر کو اور اسکی تاکید کو تسلیم کر لیا ہے۔ بہت غضبناک ہوئے۔ اور محلہ میں بلچل مچا دی اور پیش امام کو بہت کچھ دبایا۔ اور برا بھلا کہا

دوسرے محلہ میں ایک بڑے ملا صاحب کو (جو اپنے آپکو اپنے قلم سے مولوی لکھتے ہیں۔ کیونکہ دوسرا کوئی انکو مولوی نہیں لکھتا) بلایا۔ اور یہ تمام ماجرا کہہ سنایا۔

تو بڑے ملا صاحب طیش میں آکر فرمانے لگے۔ کہ ہم کچھ نہیں جانتے۔ ہم یہ پوچھتے ہیں۔ کہ تم وہاں کیوں گئے اور کیوں غیر مقلد سے بات چیت کی۔ پیش امام کہنے لگا۔ کہ انہوں نے تو مجھکو قرآن و حدیث بتلایا ہے اور کوئی بات ادہر ادہر کی نہیں کی اور قرآن و حدیث اہل اسلام کا اصل ایمان ہے۔ کیا تمکو اس سے انکار ہے اسپر تو ملا صاحب بھڑک اٹھے۔ اور فرمانے لگے۔ کہ اگر قرآن شریف دکھلایا۔ تو پٹک آتا۔ اور حدیث دکھلائی تو پھینک آتا۔ مگر فضل الٰہی سے ایک منصف حنفی بھی اونکی تقریر میں شریک تھا۔ جواب دینے لگا۔ کہ آپ جب سے آئے ہیں۔ اہلحدیثوں کو کوس رہے ہیں۔ مگر میں ابتک خاموش تھا۔ لیکن جب تم قرآن و حدیث کی بابت ایسا فرماتے ہو۔ کہ ڈال آتا۔ اور پٹک آتا۔ لہذا تم ضدی ہو۔ اور وہ درحقیقت اہلحدیث ہیں اور سچے ہیں۔ آخرالامر باہم احناف میں تکرار پڑ گئی قریب تھا کہ زدوکوب کی نوبت پہنچ جاتی مگر خداوند کریم نے دونوں کو اس بیجا حرکت سے باز رکھا۔

کوہر میں اہلحدیث کے مقابل جوشیلے حضرات احناف جو بات بات پر اور محض افترا و بہتان پر فریق اہلحدیث

AsliAhleSunnet.com

پر کفر کے فتوے لگایا کرتے ہیں۔ کیا اچھے ہم آواز بھائیوں پر بھی کفر کا فتوے چسپاں کرینگے۔ دیدہ باید۔

دوسرا وعظ میرے حقیقی ماموں زاد برادر مکرم سیٹھ محمد یوسف و عبدالرحمان صاحبان کے مکان پر ہوا۔ وہاں بھی مولانا صاحب کی مواعظ حسنہ نے عجیب رنگ دکھلایا۔ منافقوں کی مذمت اور پردہ داری کی ترغیب و رسوم قبیحہ کی تردید وغیرہ میں خوب ہی تقریر فرماکر لوگوں کو محظوظ فرمایا۔

تیسرا وعظ میرے سسرال میں ہوا۔ مستورات کو نماز روزہ کی ترغیب دلائی۔ اور شرک و بدعت و مخالفین کے اعتراضات کی کافی تردید فرمائی۔

غرضکہ تین یوم مولوی صاحب کا قیام رہا۔ مگر تمام شہر میں مولانا صاحب کی خبر ہوگئی چند اشخاص اقوام کاغذیان کوٹھی سے آئے۔ اور تقویۃ الایمان پر اعتراضات کرنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے چھ سات اعتراض کئے۔ مولانا صاحب نے کمال متانت اور حسن تقریر سے جواب دئے۔ کہ ہر ایک صاحب سمجھ گئے۔ مگر ایک صاحب نظام الدین نامی جار رود وناگری خواندہ ہیں۔ ہر ایک جواب سے انکار کرتے تھے۔ مگر مولانا صاحب جب تک اقرار نہ کرا لیتے۔ کہاں چھوڑ سکتے تھے۔ آخرالامر کل اعتراضات کے جوابات باحسن طریق مولانا صاحب نے دئے۔ اور مخالفین و نظام الدین نے اقرار کرلیا۔ کہ جی ہاں ہماری سمجھ میں آگیا۔ تب پیچھا چھوڑا۔ دواد۔ ضاد پر اعتراض ہوا۔ مولانا صاحب نے فرمایا۔ کہ اس کا فیصلہ بہت آسان ہے۔ اور وہ فیصلہ یہ ہے۔ کہ آپکی کتب فقہ فتاوی قاضی خاں و عالمگیری وغیرہ متعدد کتابوں میں مرقوم ہے۔ کہ دواد پڑھنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ صحیح ضاد مشابہ ظا و یا ز کے ہے یہاں بھی کاغذی صاحبان کو خاموش ہونا پڑا۔ یہ ہیں

برکات اہلحدیث کانفرنس

اگر کانفرنس نہ ہوتی۔ تو کیا ہم ایسے بزرگ مولانا کی مواعظ حسنہ سے بہرہ ور ہوتے؟ اور کیا مخالفین اپنے شکوک رفع کراتے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ عوام الناس کو بہکاتے۔ اور اہلحدیثوں سے بدظن کراتے گو اب تک تو یہ امید نہیں ہے۔ اور نہ کوئی بات ظہور میں آئی۔

اے بزرگان قوم! وقت ہاتھ سے نہیں گیا ہے بلکہ باقی ہے۔ اب بھی کانفرنس کی حالت پر توجہ کامل کرو اور غفلت کو دور کرو۔ اور اسکی مالی کمزوری کی شکایت کو رفع کرو۔ کیا آپکو معلوم نہیں۔ کہ جناب ممبر عبدالسلام صاحب اسسٹنٹ سکرٹری اپنی متعدد تحریرات میں اظہار فرما چکے ہیں۔ کہ کانفرنس کی ایسی حالت ہونی چاہئے۔ کہ وہ دو ہزار روپیہ ماہوار اشاعت اسلام وغیرہ میں صرف کردیا کرے۔ بغیر غفلت کھولے؟ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں۔ کہ اگر کل جماعت توجہ کرے تو دو ہزار کی بجائے تین ہزار روپیہ ماہوار صرف کرنے کی قوت پیدا کرسکتی ہے۔ کیا نہیں دیکھتے۔ کہ مخالفین اسلام (آریہ و عیسائی وغیرہ) کس تن دہی سے اپنا کام کر رہے ہیں۔ جابجا انجمنیں قائم ہیں۔ اور ہر ایک دیار و امصار میں مشنری و واعظ گشت لگا رہے ہیں۔ مگر ہمارے برادران اہل اسلام اپنے پیچھے اسلام کی اشاعت کا کچھ بھی خیال نہیں کرتے۔ مجھے ڈر ہے۔ کہ بروز قیامت خدا واحد القہار کے سامنے کیا جواب دینگے۔ میں اپنا ایک اور خیال بھی ظاہر کرکے اسکی بناء پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ ہمارے بہت سے احباب اہلحدیث تو کانفرنس کے نام سے چوکے ہوئے ہیں اگر وہ اتنا سمجھو لیا اور خوش ہونا کسی حد تک درست ہے؟ کہ ہم یہ کام کرینگے وہ کرینگے۔ کانفرنس سے ہمیں امداد دیں گے مگر اتنا خیال نہیں کرتے۔ کہ کانفرنس کے پاس امداد کہاں سے آتی ہے۔ کیا یہ کانفرنس کسی خاص نواب یا بادشاہ کی ہے۔ یا گورنمنٹ نے اس کی ضروریات کے لئے دو چار گاؤں عطا کردئے ہیں۔ مجھے سخت افسوس ہوتا ہے۔ کہ امداد کے خواہاں تو فوراً بن جاتے ہیں مگر امداد دینے کو لب بھی نہیں ہلایا جاتا کیا یہ احباب ہمارے بزرگ فاضل اجل مولانا ابوالوفا شیر پنجاب مدظلہ العالی کی پیش کردہ مثال کو نہیں سمجھ سکے مولانا صاحب موصوف نے کیا عمدہ مثال دیکر لوگوں کو سمجھایا ہے۔ کہ کانفرنس بطور ایک ماں کے ہے۔ کہ جب ننھے ننھے بچے ہوتے ہیں۔ تو اون کی ننھی حالت پر رحم کرکے اونکی پرورش کرتی ہے اور جب بالغ اور جوان ہوجاتے ہیں۔ تو اون سے امداد کی تمنا رکھتی ہے۔ اسی طرح جہاں غرباء اہلحدیث کو باقی ہے۔ تو اونکی امداد کرتی ہے۔ اور جب اونکی پرورش کا وقت نکل جاتا ہے۔ تو اون سے امداد طلب کرتی ہے مگر ہم لوگ ایسے ناخلف ہیں۔ کہ ضرورت پر تو ہم کانفرنس کانفرنس پکارتے ہیں۔ اور امداد طلب کرتے ہیں۔ اور جب ضرورت رفع ہوتی پھر یاد بھی نہیں کرتے۔ کہ کانفرنس کہاں ہے۔ اگر یہی حالت رہی تو پھر خیر ہے

اے بزرگان قوم! ایسی لاپروائی اور بے اعتنائی کو ہرگز پاس نہ آنے دیجئے۔ اور کانفرنس کی امداد پر کربستہ ہوجائیے۔ اور کچھ کرکے دکھائیے تب تو سمجھا جائے گا۔ کہ جماعت زندہ دل ہے۔ ورنہ یہ یاد رکھیں۔ کہ خالی دعوی سے کچھ کام نہیں چل سکتا۔

دوسری گذارش میری یہ ہے۔ کہ اخبار اہلحدیث کی خوبیاں اور اوس کے فوائد آپ پر مخفی نہیں۔ میں اس کے متعلق زیادہ لکھنا تضییع اوقات ناظرین سمجھتا ہوں۔ کیونکہ متعدد تحریرات دیکھکر بندگان قوم کی طرف سے شائع ہوچکی ہیں

مگر یہاں اتنا عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ اخبار اہلحدیث کو جتنی ترقی ہوگی۔ اتنی ہی کانفرنس کو ہوگی۔ اور جتنی کانفرنس کو ہوگی۔ اتنی ہی جماعت اہلحدیث کو ہوگی پس لازمی ہے۔ کہ آپ لوگوں میں سے ہر ایک صاحب اخبار اہلحدیث کی ضمانت کی رقم پوری کرنے میں حصہ لے۔ تاکہ ہمارا پیارا اخبار جلدی ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک کرے

اخبار اہلحدیث

سے جو دو ہزار کی ضمانت طلب ہوئی تھی ضمانت ہنوز داخل نہ ہونے کی وجہ سے اخبار بند ہے۔ ایک درخواست گورنمنٹ کی خدمت میں دی ہوئی ہے۔ جسمیں حکم ضمانت کو منسوخ کرنیکی وجوہات لکھی ہیں۔ امید ہے چند روز تک منسوخی حکم یا داخل ضمانت کا فیصلہ ہوکر اخبار برابر جاری ہوگا۔ انشاءاللہ۔ ابوالوفا۔

AsliAhleSunnet.com